



صدی کے مجدد

تألیف

ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین، فاضل بہار

سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

مرکزیت مجلس رضا لاہور (پاکستان)

پودھوں کی کاشت

تالیف

ملک اسلمار علامہ محمد ظفر الدین، فاضل بہار
(سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ)

مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

سلسلہ مطبوعات مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

(۷۳)

چودھویں صدی کے مجدد	کتاب
علامہ محمد ظفر الدین بہاری	مؤلف
محمد جلال الدین تادری	تقدیم و تخریج
مولانا شاہ محمد حشتی سیالوی	کتابت
ظہور الدین خاں	تصحیح
۷۲	صفحات
محرم الحرام ۱۴۰۶ھ / ستمبر ۱۹۸۶ء	اشاعتِ اول
چار ہزار	تعداد
فحمود ریاض پرنٹرز، لاہور	مطبع
مرکزی مجلسِ رضا، لاہور	ناشر
دعائے خیر بحق معاونین مجلسِ رضا، لاہور	ہدیہ

ملنے کا پتہ

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶

نوٹ : بیرون جات کے حضرات دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب

فہرِس

۵	تقدیم	محمد جلال الدین قادری
۲۱	حیات مبارک	پروفیسر محمد مسعود احمد
۳۲	منقبت	
۳۳	مجدد	
۳۴	تجدید دین کا مفہوم	
۳۴	مجدد کے اوصاف	
۳۵	مجددین کی اقسام	
۳۵	بعض مجددین کے اسماء گرامی	
۳۶	مجدد کی شناخت	
۳۸	مجدد کے بارے میں چند سوال اور ان کے جوابات	
۴۱	شاہ ولی اللہ کے مجدد ہونے میں علماء کا اختلاف	
۴۲	شاہ ولی اللہ کی مصنفات میں بعض تحریفات	
۵۰	تیرہویں صدی کے مجدد	
۵۱	شاہ عبدالعزیز کی علمی خدمات	
۵۲	بلاو اسلامیہ میں شاہ عبدالعزیز کے علوم و معارف کی شہرت عام	

۵۳

شاہ عبدالعزیز کے چند مقتدر تلامذہ

۵۵

شاہ عبدالعزیز کا رشد و ہدایت میں شغف

۵۶

چودھویں صدی کے مجدد

۵۷

امام احمد رضا کا علمی مقام

۵۸

امام احمد رضا، مرجع العلماء

۶۰

وعظ کی ہمہ گیری

۶۱

حق و صداقت کا کوہ بلند

۶۲

حقیقت تبلیغ

۶۵

چودھویں صدی کے مجدد کی تصدیق کرنے والے مقتدر علماء

حرمین طیبین و دیگر علماء بلاد اسلامیہ کی طرف سے آپ کے مجدد

۶۸

ہونے پر اتفاق -

۷۲

نذرانہ عقیدت

تقیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

دنیا والے جب آسانی ہدایت کو بھلا کر گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور یہ دنیا رشتہ ہدایت کی بجائے فساد و ضلالت کی آماجگاہ بن جاتی ہے تو حضور پُر نور جانِ رحمت سر پر ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد :-

ان اللّٰه یبعث لہٰذہ الامۃ علی سأس کل مائۃ

سنتہ من یجد دلہا امر دینہا۔

(سنن ابوداؤد شریف)

کے مطابق ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ مجدد پیدا کرتا ہے جو تجدید و احیائے دین کا نہایت اہم فریضہ انجام دیتا ہے، سب سے پہلے تجدید کا مفہوم سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ مجدد کا منصب اور اس کا دائرہ کار اور اختیار سمجھنے میں آسانی ہو۔

سراج منیر میں ہے :-

معنی التجدید الاحیاء ما اندس من

العمل بالکتاب والسنتہ والامر بمقتضاہا۔

” یعنی تجدید دین سے مراد ہے کتاب و سنت کا زندہ کرنا جو مٹتا جا رہا ہو

اور کتاب و سنت کی مٹاؤں کے مطابق حکم جاری کرنا“

علامہ مناوی لکھتے ہیں :-

ای یبین السنۃ من البدعۃ ویذلل اہلہا
 ” یعنی مجدد سنت کو بدعت سے علیحدہ کرتا ہے اور اہل بدعت کو
 ذلیل کرتا ہے۔“

علماء کرام کی تصریحات کے مطابق مجدد کا کام سنت کو بدعت سے ہدایت کو ضلالت سے
 علیحدہ کرنا، حاطین شریعت و عاملین شرع و ہدایت کی امداد و اعانت اور اہل بدعت و ضلالت
 کی سرکوبی کر کے ان کو ذلیل و خوار کرنا ہے، یہی مجدد کا منصب ہے اور اس کا دائرہ کار و
 اقتدار ملت اسلامیہ کی ہمہ گیری ہے، مجدد کو طبیب و جراح کی طرح دُبری ذمہ داری سونپی
 جاتی ہے، نہ خم دل پر مرہم کاری اور محلِ فساد پر نشتر زنی ! یہ کس قدر اہم اور کس قدر
 تلخ ذمہ داری ہے جو مجدد کو سونپی جاتی ہے۔

- ذرا ماضی میں جھانکئے اور دیکھئے کہ اسلام کے شجرِ طیبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے اور
 دین کی سرسبز و شاداب کھیتی کو اجاڑنے کے لئے کون کونسے فتنوں نے سر اٹھایا :
- ۱- حکم (ٹالٹ) بنانا شرک ہے ،
 - ۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ شریکِ نبوت تھے ،
 - ۳- قرآن مجید پورا محفوظ نہیں ،
 - ۴- روح ایک جسم ہے ، دوسرے جسم میں اس کا جانا (تناسخ) ممکن ہے ،
 - ۵- قرآن مجید مخلوق ہے ،
 - ۶- عرشِ عظیم قدیم ہے ،
 - ۷- بندہ اپنے افعال کا خالق ہے ،
 - ۸- حساب و کتاب اور میزان کی کوئی حقیقت نہیں ،

- ۹- زکوٰۃ دینا فرض نہیں ،
- ۱۰- اہل جنت کے لئے سونا، مرنہ دونوں ہوں گے،
- ۱۱- بندہ مجبور محض ہے ،
- ۱۲- ایمان کے بعد کوئی چیز فرض نہیں ،
- ۱۳- شیطان کا کوئی وجود نہیں ،
- ۱۴- عذابِ قبر، منکر، نکیر کا سوال، حوضِ کوثر، ملک الموت کی کوئی حقیقت نہیں ،
- ۱۵- صفاتِ الہی مخلوق ہیں ،
- ۱۶- صفاتِ الہی حادث ہیں ،
- ۱۷- حق تعالیٰ مکان میں ہے ،
- ۱۸- پطراط کی کوئی حقیقت نہیں ،
- ۱۹- جنت و دوزخ قیامت کے دن ہی پیدا کئے جائیں گے ۔
- ۲۰- جنت و دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے ،
- ۲۱- جو صرف لا الہ الا اللہ کہہ لے اور جو چاہے کرتا رہے اس پر عذاب نہ ہوگا ،
- ۲۲- انبیاء علیہم السلام محض نظامِ خلق کو برقرار رکھنے کے لئے عذاب و سزا کا ذکر کرتے ہیں ، اللہ تعالیٰ عذاب کرنے سے بے نیاز ہے ،
- ۲۳- اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت سے مقبول اولہ نافرمانی سے گنہگار نہیں ہوتا ،
- ۲۴- عملِ صالح کا دوسرا نام ایمان ہے ، وغیر ذلک من الخرافات ،
- ان سب فتنوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ اسلام باقی رہے گا مگر ایسے ماحول میں وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے محض رضائے الہی و رضائے رسالت پناہی ، (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر قسم کے فتنوں کا مقابلہ کیا ، اپنی جان و مال، عزت و آبرو

کو قربان کیا، ہزار ہا مصائب و آلام کو برداشت کیا، اپنی اور غیروں کی مخالفتوں کو برداشت کیا مگر دینِ حقہ کی حفاظت اس انداز اور شان سے کی کہ حق و باطل میں خط امتیاز کھینچ گیا اور سنت سے بدعت اور ہدایت سے ضلالت الگ ہو گئی، انہی نفوسِ قدسیہ کی مساعیٰ جمیلہ کا صدقہ ہے کہ حق کا بول بالا ہوا اور باطل کا منہ کالا۔

اب چودھویں صدی میں پیدا ہونے والے فتنوں کا ایک طائرانہ جائزہ لیجئے۔

- ۱- اللہ تعالیٰ جہت، زمان و مکان سے پاک نہیں،
- ۲- اللہ تعالیٰ کذب (جھوٹ) اور دوسرے نقائص و عنیوب پر قادر ہے،
- ۳- نبی کی حیثیت گاؤں کے چودھری کی سی ہے،
- ۴- انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام محض ذرہٴ ناچیز اور خدا کے سامنے ذلیل و خوار ہیں،
- ۵- انبیاءِ کرام کی عظمت گھٹانا اور ان کو بڑا بھائی سمجھنا اصل ایمان و توحید ہے،
- ۶- خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ہونا ممکن ہے،
- ۷- باعثِ تخلیق کائنات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آجائے تو ذلیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے،
- ۸- اللہ تعالیٰ کا علم اس کی اپنی مشیت پر موقوف ہے، جب چاہے دریافت کر لے،
- ۹- شیطان کا علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے بڑھ کر ہے،
- ۱۰- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور الہام میں غلطی کا امکان تھا،
- ۱۱- نبی شریعہ، مکار، بد عقل، فحش گو ہو سکتا ہے،
- ۱۲- اپنی جھوٹی نبوت کو سچا ثابت کرنے کے لئے سچے نبیوں کو جھٹلایا گیا،
- ۱۳- مقدس انبیاءِ کرام کی اعلیٰ بارگاہوں میں ناپاک گالیاں دی گئیں،
- ۱۴- صرف لا الہ الا اللہ ہی مدارِ نجات ہے، اسلامی شعائر پر عمل ضروری نہیں،

- ۱۵- حشر و نشر، حساب و کتاب، پل صراط، جنت و دوزخ، میزان، ملک الموت، شیطان، ملائکہ وغیرہ بے حقیقت اشیا ہیں،
- ۱۶- قرآن مجید کی تفسیر سنی رائے سے کی گئی تاکہ اسلام دشمن طاقتیں راضی ہو جائیں،
- ۱۷- تقلیدِ ائمہ اربعہ مشرک ہے اور مقلدین مشرک ہیں،
- ۱۸- ائمہ فقہ سے آزاد رہ کر اپنی فقہ کو لوگوں پر مسلط کیا گیا،
- ۱۹- خالص دین میں نیچریت، دہریت، صلح کلیت وغیرہ کی پیوند کاری کی گئی،
- ۲۰- حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا صرف مرتبہ و مقام کے لحاظ سے ہے نہ جہتِ زمانی کے اعتبار سے، اس اصولِ مردود کو وضع کر کے حضورِ ختمی مرتبت کے زمانہ میں اور آپ کے بعد نئے نبی کے آنے کو ممکن بتایا گیا،
- ۲۱- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جو پائوں اور جانوروں کے علم جیسا ہے،
- ۲۲- تمام لوگوں سے محبت کرنا ضروری ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، صابی ہوں یا عیسائی، مجوسی ہوں یا یہودی، نیک ہوں یا بد،
- ۲۳- حاکمِ وقت کی اطاعت ہر حال میں فرض ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اس طرح برصغیر پر مستط ظالم و غاصب انگریزی کی حکومت کو رحمت کہا گیا،
- ۲۴- ہندوؤں کی محبت میں اس طرح غلو کیا گیا کہ ان کو اپنا مقتدا بنا لیا گیا، ناپاک ہندوؤں کو پاک مسجدوں میں لا کر منبروں پر بٹھایا گیا، جمعہ کے خطبوں میں ناپاک ہندوؤں کی تعریف و توصیف کی گئی،
- ۲۵- ہندو مسلم امتیازات ختم کر کے متحدہ قومیت کی تشکیل کی جانے لگی، لہ

۱۵ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جام الحرمین، الصوارم النذیہ، الحجۃ المونتمند، فاضل بریلوی اور ترک ہوا، فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں، ماہنامہ میزان، بمبئی (امام احمد رضا نمبر) وغیرہ۔

پھر لطف کی بات یہ کہ ان عقائدِ باطلہ اور فتنِ منتشرہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کا نام استعمال کیا گیا تاکہ عوام الناس پر اپنا تقدس بھی برقرار رہے۔ یہ وہ جہل ہے جو ہم رنگِ زمین تھا، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد علماءِ اہل سنت اور مشائخِ طریقت کو ایک ایک کر کے تختہ دار پر لٹکایا گیا، عوامِ اہل سنت کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر کے خوفزدہ کیا گیا، حالات اتنے پیچیدہ بن گئے کہ عام آدمی کی سمجھ سے باہر تھے، المختصر اسلام کے وقار کو عظیم خطرہ درپیش تھا۔

چودھویں صدی کے ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کا بار قدرت نے علماءِ عرب و عجم کے عظیم ممدوح، اسرارِ شریعت و طریقت کے حامل جلیل القدر عالم، اہل سنت کے امام مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز (م ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کے کندھوں پر ڈالا، منصبِ تجدید کا یہ انتخاب کتنا صحیح تھا، اس کا اندازہ کرنے کے لئے حرمین شریفین، بلادِ اسلامیہ اور برصغیر کے جلیل القدر علماء کی آراء جو فاضلِ بریلوی قدس سرہ سے متعلق ہیں، ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۱۳۱۵ھ / ۱۹۰۸ء میں عظیم آباد (پٹنہ) میں قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ (م ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) رئیسِ پٹنہ کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مشاہیر علماءِ اہل سنت کثیر تعداد میں تشریف فرما تھے، ان میں امامِ اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ فاضلِ بریلوی بھی موجود تھے، جلسہ کی کاروائی ”دربارِ حق و ہدایت“ کے نام سے چھپی، اس میں فاضلِ بریلوی کا وعظ بھی چھپا جو رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۱۰۵ سے ۱۲۸ تک درج ہے۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری نے وہ وعظ اپنی کتاب ”حیاتِ اعلیٰ حضرت“ میں دوبارہ درج کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ اجلاس کئی لحاظ سے اہم تھا،

مولانا عبدالمنقذ بدایونی علیہ الرحمہ نے اس اجلاس میں حضرت فاضل بریلوی کو مجددِ مائتہ حاضرہ کے لقب سے پہلے پہل یاد کیا جس پر بعد میں علماءِ حرمین شریفین نے صا د کیا، مثلاً یہ علماء: شیخ موسیٰ علی شامی، شیخ حسن بن عبدالقادر، سید اسماعیل بن خلیل وغیرہم، لہ

حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ اور دیگر تالیفاتِ فاضلِ بریلوی پر حرمین شریفین کے کثیر علماءِ اعلام نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو نہایت جلیل القدر خطاباتِ القاب سے نوازا، کتب خانہ حرم کے محافظ سید اسماعیل بن خلیل نے تو یہاں تک فرمایا کہ:-
 ”علمائے مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماءِ مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے“ لہ
 فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز کو جن علماء و صوفیاء نے مجدد تسلیم کیا ان میں سے بعض کے اسماء گرامی زیرِ نظر مقالہ ”چودھویں صدی کے مجدد“ (از قلم فاضل بہار) میں درج ہیں، مزید چند فضلاءِ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

- ۱- حضرت مولانا محمد عبدالحمید سہاورد، ضلع ایٹہ
- ۲- سید حمید شاہ قادری، معکر، بنگلور
- ۳- حضرت مولانا محمد عبدالحفیظ قادری، مفتی آنولہ، بریلی
- ۴- حضرت مولانا محمد عبدالاحد محدث سورتی
- ۵- حضرت مولانا حشمت علی خاں رضوی لکھنوی
- ۶- حضرت مولانا سید شفیع میاں قادی، ماتر، ضلع کپڑہ

لہ مقدمہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت (زیرِ طبع)

لہ حسام الحرمین مطبوعہ لاہور، ص ۵۲

- ۶۔ حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
- ۸۔ حضرت مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی
- ۹۔ حضرت مولانا سید ظاہر شاہ میاں قادری مدین (سوات)
- ۱۰۔ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی
- ۱۱۔ خطیب مشرق علامہ شتاق احمد نظامی، مدیر پاسبان، الہ آباد
- ۱۲۔ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہ ۷

حرمین شریفین کے جن علماء و مشائخ نے فاضل بریلوی کو مجدد کہا ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

- ۱۔ السید اسمعیل بن خلیل، محافظ کتب حرم۔
آپ نے الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھتے ہوئے ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۸ھ /
۲۶ جون ۱۹۱۰ء کو لکھا :-

وبعد فان شیخنا العلامة المجدد شیخ
الاساتذۃ علی الاطلاق السولوی الشیخ
احمد رضا خان۔ ۷

اس سے پہلے حسام الحرمین پر تقریظ لکھتے ہوئے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۶ء میں آپ
نے لکھا :-

بل اقول لوقیل فی حقہ انہ مجدد ہذا القرن

۷ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے الصوارم المنذریہ، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، دفع التلبیۃ وغیرہ

۷ الدولۃ المکیہ، مطبوعہ المکتبہ کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۶

لکان حقا و صدقاً

۲- السید حسین بن علامہ عبدالقادر طرابلسی، مدرس مسجد نبوی نے لکھا ہے:-

" علامہ کمال ماہر اور فہامہ مشہور، حامی ملتِ طاہرہ، مجدد مائتہ حاضرہ،

میرے اسٹاڈنٹ اور میرے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں..... " لکھ

۳- السید احمد علی رامپوری مہاجر مدنی نے لکھا :-

" علامہ فہامہ، محقق و مدقق، فاضل کامل، صاحب تصانیف کثیرہ،

مجدد مائتہ حاضرہ، ہمارے شیخ و استاذ، ہمارے مولیٰ مولوی احمد رضا خاں

۴- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا عبدالحق الہ آبادی کے مشہور شاگرد مولانا

محمد کریم اللہ مہاجر مدنی نے ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ / ۱۶ جون ۱۹۱۱ء کو لکھا:-

" امام بزرگ، محققِ نکتہ رس، سیدی و ملاذی، اس زمانہ کے مجدد،

عبدالمصطفیٰ (ان پر روح و دل فدا ہوں) یعنی مولانا احمد رضا خاں..... " لکھ

۵- شیخ موسیٰ علی شامی الازہری مدنی نے یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۹ فروری ۱۹۱۲ء

کو لکھا :-

" اماموں کے امام، اس امت کے دین کے مجدد اور یقین کے نور اور

قلوب کے انوار کی تائید سے مؤید، شیخ احمد رضا خاں..... " لکھ

۱۵ حسام الحرمین ، ص ۵۱

۱۶ الدولۃ المکیہ ، ص ۸۲

۱۷ ایضاً ، ص ۱۰۲

۱۸ ایضاً ، ص ۱۵۸

۱۹ ایضاً ، ص ۲۶۲

علماء و مشائخ کی ان واضح تصریحات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ فاضل بریلوی —
 خود اپنے آپ کو مجدد کہتے تھے یا صرف عوام الناس ہی نے فاضل بریلوی کو مجدد کہا، صراحتاً
 بددیانتی ہے، اس مقالہ کے پھیلانے میں علامہ عبدالحی لکھنوی مشہور ہیں، آپ نے لکھا:۔
 يغلو كثير من الناس في شأنه فيعتقدون انه
 كان مجدد السامية الرابعة عشر له
 " اکثر لوگ ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے
 کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد تھے، "

علماء عظام کی ان عظیم شہادتوں کو عوام الناس اور خوش عقیدہ جملہ کی مبالغہ آرائی
 قرار نہیں دیا جاسکتا۔

علماء نے گذشتہ صدیوں کے مجددین کی فہرست میں مختلف اکابر کا تذکرہ کیا،
 مثلاً ملک العلماء فاضل بہار نے حیاتِ اعلیٰ حضرت (قلمی) میں پہلی صدی سے لے کر
 چودھویں صدی تک کے مجددین کی ایک فہرست دی ہے، یہ فہرست فاضل بہار کے زیرِ نظر
 مقالہ میں موجود ہے۔

جناب عبدالحکیم اختر شاہ جہانپوری نے بھی دسویں صدی تک کے مجددین کے
 اسماء گرامی نقل کئے ہیں :-

" کشتی ملتِ اسلامیہ کے ان ناخداؤں اور محسنوں میں سر فہرست یعنی
 پہلی صدی کے مجدد خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔ نزہۃ الخواطر، جلد ہفتم، ص ۱۴۱

۲۔ ملاحظہ ہو دبیر سکندری، رامپور، ۱۲ مئی، ۱۹۴۸ء، ص ۵

(م ۱۰۱) میں اور اس چودہویں صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان
بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) میں، اس مقدس گروہ کی بعض سنتوں
کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

- ۱- امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ)
 - ۲- امام ابوالحسن اشعری (م ۳۳۰ھ)
 - ۳- حجة الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ)
 - ۴- امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (م ۶۰۴ھ)
 - ۵- خاتم الحفاظ امام جلال الدین السيوطي الشافعي (م ۹۱۱ھ)
 - ۶- محدث کبير مولانا علي القاري الحنفی (م ۱۰۱۴ھ)
 - ۷- امام رباني مجدد الف ثانی شیخ احمد سرسندی (م ۱۰۳۴ھ)
 - ۸- خاتم المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) اور
 - ۹- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم
- مختلف محققین کی تصریحات کی روشنی میں یہ امر شاید باعث خلش ہو کہ ایک ہی صدی
میں ایک سے زائد مجددین کے اسماء ملتے ہیں، اس صورت حال کو محققین، شاہ حسین حدیث
مثلاً سیوطی، مناوی، ابن حجر وغیرہ نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک صدی میں امور شریعہ کے
مختلف شعبوں مثلاً اولوالامر (خلفاء) محدثین، قراء، وعظمین اور زہاد وغیرہ میں مجدد ہو سکتے
ہیں مگر احتیاط اس میں ہے کہ ہر بڑے عالم کو مجدد کا لقب نہ دیا جائے۔

پروفیسر طاہر محمد مسعود احمد تخریر فرماتے ہیں :-

”..... بعض علماء اس حدیث میں عمومیت کے قائل

نظر آتے ہیں یعنی یہ کہ ضروری نہیں کہ ہر صدی کے شروع میں ایک ہی مجدد ہو، ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے عون الورد میں اس کی صراحت کی ہے (محمد صابر: مجدد اسلام، ص ۱۷) مگر عمومیت کے باوجود نہایت حزم و احتیاط کی ضرورت ہے، ہر کس و ناکس کو مجدد کہنا حدیث پاک کی تحقیر ہے۔ " ۱۷

مجددین کے بارے میں ایک اور وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہر بڑا عالم مجدد نہیں ہو سکتا، اگر ایسا ممکن ہو تو گزشتہ صدیوں کے صد ہا مجتہدین کو مجدد کہا جاسکے گا مگر اس کا کوئی عالم بھی قائل نہیں۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ ایک عالم کے معتقد بعض اوقات اپنے معتقد عالم کو تعریفی کلمات سے یاد کرتے ہیں۔ بات امام، مفکر اسلام، مجتہد سے شروع ہوتی ہے اور مجدد پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے، خوش عقیدہ معتقدین کی بات یہاں تک بڑھتی ہے کہ عوام الناس کے لئے اس کا انکار مشکل نظر آتا ہے حالانکہ مجدد کی شناخت اور امتیاز کے بارے میں محققین نے چند امتیازات مقرر کئے ہیں جن کی بنا پر ہی وہ عالم مجدد کہلا سکتا ہے۔ ان قرآن اور احوال کی نشاندہی علامہ سیوطی، مناوی، ابن حجر، عینی، محمد طاہر حنفی وغیرہ علماء بر عظام نے کی ہے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد نہایت اختصار سے ان قرآن و احوال کو یوں بیان کرتے ہیں "مجدد کا اندازہ اس کی بے داغ سیرت، اصلاحی کارناموں اور ہمہ گیر مقبولیت اور شہرت سے لگایا جاسکتا ہے، اس سے قطع نظر کر لیا جائے تو پھر ہر عالم مجدد نظر آئے گا۔" ۱۷

۱۷ فاضل بریلوی علامہ حجاز کی نظر میں، مطبوعہ رضاییہ کینٹنر، لاہور، ص ۱۳۵

زیر نظر مقالہ ”چودھویں صدی کے مجدد“ میں اس غلطی کا ازالہ نہایت شرح و بسط سے کیا گیا، اس ضمن میں عالم اسلام کے عظیم مفکر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا معاملہ سرفہرست ہے، آپ اگرچہ اپنے زمانہ کے عظیم عالم ہیں۔ آپ ایک صدی کے وسط ہی میں پیدا ہوئے اور اسی صدی میں وصال فرمایا، اس طرح مجدد ہونے کی شرط آپ میں نہیں پائی گئی۔

دوسری چیز جو آپ کے احوال میں سامنے آتی ہے یہ ہے کہ آپ کی تصانیف میں اس طرح تحریف کی گئی کہ اصل اور محرف میں امتیاز عوام کے لئے مشکل ہو گیا اور آپ کی مصنفات مشکوک ہو کر رہ گئیں۔

چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے اور پندرہویں صدی کا آغاز ہو رہا ہے مگر ابھی تک پندرہویں صدی کے مجدد کو شناخت نہیں کیا جاسکا، اندریں حالات چودھویں صدی کے مجدد کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ پندرہویں صدی کے مجدد کی تلاش و شناخت آسان ہو۔

پروفیسر محمد مسعود احمد چودھویں صدی کے مجدد کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں :-

”فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس کے متعلق گذشتہ چھ سات برسوں میں اتنا کچھ شائع ہوا ہے کہ نصف صدی میں بھی نہ ہوا ہوگا، یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے! چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے، پندرہویں صدی کے آغاز میں قانون الہی کے مطابق ”مجدد آتا ہے لیکن وقت آگیا اور مجدد نظر نہیں آیا، ایسے نازک دور میں فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ اچانک ذکر و اذکار اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کی یادیں بہ اندازِ نور محمد بن کر ہماری رہنمائی کر رہی ہیں۔“

امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد اور خلیفہ
 ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین فاضل بہار سابق پرنسپل سٹمس الہدیٰ کالج، پٹنہ
 (بہار) نے "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کے نام سے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ایک
 مستند سوانح مرتب فرمائی جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس وقت تک صرف
 پہلی جلد ہی شائع ہو سکی ہے، بقیہ جلدیں ہنوز منتظر طبع ہیں، کاش کوئی صاحب علم
 ناشر اس کی طباعت کی طرف متوجہ ہو۔
 اس کتاب کا ایک اہم باب :

اعلیٰ حضرت کی مجددیت

مشہور جریدہ، دبذبہ سکندری، رامپور نے چھ مختلف قسطوں :
 ۳۰ اپریل ۱۹۴۸ء ، ۱۲ مئی ۱۹۴۸ء ، ۲۹ مئی ۱۹۴۸ء ،
 ۱۶ اگست ۱۹۴۸ء ، ۳ ستمبر ۱۹۴۸ء ، ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۸ء
 میں شائع کیا تھا۔

قیمتی مضمون جناب ظہور الدین خاں زید شرفہ (سیکرٹری، مرکزی مجلس رضا،
 لاہور) کی وساطت سے دستیاب ہوا، اسی مضمون کو :
 "چودہویں صدی کے مجدد"

کے نام سے دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے، مولیٰ کریم ہاری
 مخلصانہ کوششوں کو قبول فرمائے۔

مضمون کی ترتیب و تقدیم و تحشیہ میں جن احباب نے قیمتی مشوروں سے نوازا
 اور معاونت فرمائی، نہایت شکریہ کے مستحق ہیں بالخصوص مولانا محمد حبیب الترمذی، مفتی
 محمد علیم الدین مجددی، جناب محمد رفیق خاں ایم اے، جناب غلام محی الدین اور جناب

ظفر اقبال نیازی تو خصوصی شکر یہ کے مستحق ہیں۔

مقالہ کی ابتداء میں محترم جناب پروفیسر محمد سعید احمد صاحب کا
مضمون "حیاتِ فاضل بریلوی" ان کے شکر یہ کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔

محمد حلال الدین قادری
سرٹے عالمگیر، گجرات

۱۱ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء

حیات مبارکہ

از

پروفیسر محمد مسعود احمد

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نسباً پٹان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور

مولد ابریلوی تھے، آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۹۰ھ / ۱۸۸۰ء)

اور جد ماجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۸۲ھ / ۶-۱۸۶۵ء) بلند پایہ عالم اور

صاحب دل بزرگ تھے۔ فاضل بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان میں ان دونوں بزرگوں

کا اس طرح ذکر فرمایا ہے ع

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا ع

فاضل بریلوی کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء

کو بریلی (روہیل کھنڈ) میں ہوئی، یعنی انقلاب ۱۸۵۶ء سے ایک سال قبل ایک فکری

۱۔ رحمان علی، مولوی: تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ اردو) مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۹۸، ۱۹۳، ۵۴۱

۲۔ احمد رضا خاں: حقائق بخشش (۱۳۲۵ھ) حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۸۵

۳۔ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۸

ب۔ بدرالدین احمد قادری: سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۸۵

ج۔ نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر، جلد اول، ص ۶۶

انقلاب کا بے باک نقیب دنیا میں تشریف لایا ہے

سالہا در کعبہ و بیت خانہ می نالد جیث

تاز بزم عشق یک دانائے راز آید برون

فاضل بریلوی کا اسم شریف "محمد" رکھا گیا اور تاریخی نام "المختار" (۱۲۷۲ھ) خود

فاضل بریلوی نے اس آیت کریمہ سے اپنا سنہ ولادت نکالا ہے :-

اولئك كتب في قلوبهم العلم الايمان وايدهم بروح منه له

" وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی

طرف روح سے ان کی مدد فرمائی "

جد امجد مولانا رضا علی علیہ الرحمہ نے "احمد رضا" نام تجویز فرمایا، بعد میں خود

فاضل بریلوی نے اپنے اسم گرامی کے ساتھ "عبدالمصطفیٰ" کا اضافہ فرمایا جس سے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ قویہ کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان

میں ایک جگہ فرماتے ہیں :-

خوف نہ رکھنا ذرا تو تو ہے "مصطفیٰ"

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

فاضل بریلوی نے علوم معقول و منقول کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا تقی علی خان

علیہ الرحمہ سے فرمائی تھی آپ کے علاوہ مولانا ابوالحسین توری ماہروی علامہ عبدالعلی رامپوری

۱۔ علامہ ابن اصحاق قادری: سوانح علمائے ہند، ص ۸۵

۲۔ علامہ احمد رضا خان: حقائق بخشش، حصہ اول، ص ۸۰

۳۔ مولانا رحمن علی نے آپ کی بیسی ایسی تصانیف کا ذکر کیا ہے جس سے آپ کی فضیلتِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے

ملاحظہ کریں تذکرہ علمائے ہند، ص ۵۳۰-۵۳۲ -

اور مرزا غلام قادر بیگ وغیر ہم سے بھی استفادہ فرمایا۔ بہر کیفیت تیرہ چودہ سال کی عمر شریف میں ۱۲ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو فارغ التحصیل ہو گئے اور اسی دن رضا عمت کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب تحریر فرما کر فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا، اس کے بعد والد ماجد علیہ الرحمہ نے افتاء کی ساری ذمہ داریاں آپ کو تفویض فرمادیں۔

فاضل بریلوی ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول ماہروی علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء، فاضل بریلوی نے شیخ طریقت کی منقبت میں ایک قصیدہ تحریر فرمایا ہے جس کا مطلع ہے ۷

خوشادے کہ دہندش و لائے آل رسول
خوشا سرے کہ کندش فدائے آل رسول ۸

۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں والد ماجد علیہ الرحمہ کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت شریف سے مشرف ہوئے۔ اس موقع پر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی کے وقت ایک نظم تحریر فرمائی تھی جو روایات و کیفیات قلبیہ کی آئینہ دار ہے اور جس کے حرف حرف سے عشق و محبت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں، اس نظم کا مطلع ہے ۷

حاجو آؤ شہنشاہ کار و ضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھو چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو ۸

۷۔ بوالدین قادری : سوانح اعلیٰ حضرت ، ص ۸۷-۸۸

۸۔ احمد رضا خاں : عدائق بخشش ، حصہ دوم ، ص ۲۵

۹۔ ایضاً حصہ اول ، ص ۵۷

اس سفر مقدس میں حرمین کے اکابر علماء مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد دحلان اور مفتی خفییہ عبدالرحمن سراج رحمہما اللہ وغیرہ سے حدیث، تفسیر اور فقہ و اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں اور اسی سفر میں حرم شریف میں نماز کے بعد ایک روز امام شافعیہ حسین بن صالح علیہ الرحمہ بغیر کسی سابقہ تعارف کے بے ساختہ آگے بڑھ کر فاضل بریلوی کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں، فرط محبت سے دیزینک آپ کی نورانی پیشانی دیکھتے رہتے ہیں اور پھر جوش محبت میں فرماتے ہیں :-

انی لاجد نور اللہ من هذا الجبین لہ

” بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں“

سچ کہا ہے کہ چہرہ دل کا آئینہ ہے، جو کچھ وہاں گزرتی ہے یہاں صاف نظر آجاتا ہے اور پانے والے پالیتے ہیں، فاضل بریلوی نے جو یہ تمنا کی تھی وہ

چمک تجھ سے پتے ہیں سب پانے والے

مراد دل بھی چمکا دے چمکانے والے لے

یہ دعا قبول ہوئی اور یہ تمنا پوری ہوئی اور وہ چمک عطا ہوئی کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں اس کو دیکھ دیکھ کر خیرہ ہوئی جاتی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بہر کیف واقعہ مذکورہ کے بعد شیخ حسین بن صالح نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عنایت فرمائی اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا، غالباً اسی نورانیت کی مناسبت سے جس نے شیخ ممدوح کو متاثر کیا۔

۱۳۲۳ھ میں فاضل بریلوی دوسری بار حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف

لے رہے تھے، تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۹ لے حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۷۱

لے اس مبارک سفر کی ایک علمی یادگار الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ہے، علمائے حجاز نے اس پر جو تعارف لکھی ہیں وہ قابلِ ملاحظہ ہیں، یہ تعارف فیوضات المکیۃ لدولۃ المکیۃ کے نام سے ۱۹۵۵ء میں کراچی سے شائع ہو چکی ہیں۔

لے گئے، اس موقع پر جو نظم لکھی تھی، اس کا مطلع ہے یہ

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

جس پر نثار جانِ فلاح و ظفر کی ہے

اس سفر میں بھی علمائے حجاز نے بڑی قدر و منزلت فرمائی، علمائے حجاز جس قدر و منزلت اور عزت و احترام سے آپ کو دیکھتے تھے، اس کا اندازہ ان تقاریر کے مطالعہ سے ہوتا ہے جو حسام الحرمین میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس میں علماء و فضلاء نے آپ کو ان القاب سے یاد کیا ہے :-

" معرفت کا آفتاب ، فضائل کا سمندر ، بلند ستارا ، دریلے ذخائر

بحرِ ناپید اکنار ، یکتائے زمانہ ، دینِ اسلام کی سعادت ، دائرہ علوم کا مرکز

سحبان فصیح اللسان ، یکتائے روزگار وغیرہ وغیرہ "

اور علامہ سید اسمعیل خلیل امکی نے تو یہاں تک فرما دیا :-

" اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بلاشبہ

حق و صحیح ہے " لہ

صرف علمائے حجاز بلکہ دیگر مسلم ممالک اور ہندوستان کے علماء کی اکثریت آپ کے

تجربہ علمی کی معترف تھی، چنانچہ "الصوارم السنویہ" کی تقاریر کے مطالعہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

پاک و ہند کے مشہور شاعر اور مفکر ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم آپ کے معاصرین میں تھے اور

لہ حدائق بخشش ، صداول ، ص ۹۲

۲۵ احمد رضا خاں ، مولانا : حسام الحرمین (مصنفہ ۱۳۲۲ھ ، ص ۱۳۳) ، مطبوعہ لاہور

(نوٹ) تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں رقم کا مقالہ "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" (مطبوعہ رینا پبلی کیشنز لاہور)

آپ کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے چنانچہ ایک موقع پر فرمایا :

” ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔۔۔۔۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمالِ فقہیت اور علومِ دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہدِ عادل ہیں۔۔۔۔۔ مولانا ایک فخرِ رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی“ ۱

فاضلِ بریلوی کثیر التصانیف عالم تھے، ان کی تصانیف ایک انداز سے کے مطابق پچاس مختلف علوم و فنون پر ایک ہزار کے قریب ہیں، اس لحاظ سے دنیائے اسلام میں تصنیف و تالیف کی کثرت کے اعتبار سے فاضلِ بریلوی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ اس قدر تصانیف کے علاوہ آپ نے مختلف علوم و فنون کی تقریباً اسی کتابوں کے حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور اس سارے علمی سرمایہ کے علاوہ دو علمی شاہکار خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، ایک شاہکار فتاویٰ رضویہ جس کا پورا نام ’العیایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ‘ ہے اور بارہ مجلدات پر مشتمل ہے، ہر مجلد جہازی سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اکثر فتاویٰ بجائے خود تحقیقی مقالات و رسائل کا حکم رکھتے ہیں، ابتدائی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ محمد صدیق اکبر: آسان علم کا دشتاں سنارا، ماہنامہ عرفات، لاہور، اپریل ۱۹۷۷ء، ص ۲۷

(بحوالہ ڈاکٹر احمد عابد علی، بیت القرآن، لاہور)

دوسرا علمی شاہکار قرآن کریم کا ترجمہ ہے۔ نگاہِ محبت سے بہت کم لوگوں نے ترجمہ کیا ہے، قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے جہاں اور علمی صلاحیتوں و لیاقتوں کی ضرورت ہے وہاں نگاہِ پاک ہیں اور جان بے تاب، کی بھی ضرورت ہے، اس نظر سے فاضل بریلوی کا اردو ترجمہ قرآن اپنی مثال آپ ہے۔

فاضل بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہمی اور سخن سنجی میں اپنی نظیر آپ تھے، انہوں نے نعت گوئی کو مسلکِ شعری کی حیثیت سے اپنایا اور اس کو وہ کمال بخشا، اردو شاعری میں جس کا جواب نہیں، خود فرماتے ہیں ۷

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناب کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں صفتِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم ۷

ان کی نعتیں جذباتِ قلبیہ کا بے سرو پا اظہار نہیں بلکہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر ہیں، انہوں نے نعت گوئی بھی قرآن ہی سے سیکھی ہے، خود فرماتے ہیں ۸

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ۷

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روزِ اول ہی سے مدحتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے مقسوم کر دی گئی تھی ۷

زحنت تا بہارِ تازہ گل کرد

رضایتِ راغزلِ خواں آفریند ۷

انہوں نے جس کسی کی تعریف کی اسی ایک نسبت سے کی، اولیاءِ کاملین کی منقبتیں لکھیں

۷ عدائقِ بخشش، حصہ اول، ص ۳۳ ۷ ایضاً، حصہ دوم، ص ۹۹

۸ ایضاً، حصہ دوم، ص ۱۲

اہل دُؤل کی مدح و ثنا سے اپنے عشق و محبت کو رسوا نہ کیا ہے
 کدوں مدح اہل دؤل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
 میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرادین پارہ نال نہیں لے

جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا، فاضل بریلوی کو مختلف سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی، مثلاً سلسلہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ، آپ کے مریدین کی تعداد کا استحصار تو بہت مشکل ہے، خلفاء کی تعداد بھی کم نہیں۔ حرمین شریفین اور پاک و ہند میں جن علمائے اسلام کو آپ نے اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا، ان کے اسماء گرامی مولانا بدر الدین احمد نے الاجازات المتینہ اور الاستمداد وغیرہ سے اپنی کتاب میں نقل فرمائے ہیں، بعض خلفاء کا علم دوسرے ذرائع سے بھی ہوا۔ بہر کیف حرمین شریفین میں مندرجہ ذیل حضرات کو اجازت و خلافت سے نوازا گیا

”شیخ محمد عبدالحی، شیخ صالح کمال مکی، سید اسماعیل مکی، سید مصطفیٰ مکی، شیخ عبدالرحمن مکی، شیخ محمد عابد مکی، شیخ علی بن حسین مکی، سید خلیل مکی، سید ابو حسین محمد مزدقی مکی، شیخ اسعد دھان مکی، شیخ جمال مکی، شیخ عبداللہ مکی، سید عبداللہ دحلان مکی، شیخ بکر رفیع مکی، شیخ حسن، سید سالم، سید علوی، سید ابوبکر، سید محمد بن عثمان، شیخ محمد یوسف، شیخ عبدالقادر کردی مکی، شیخ عبداللہ فریدی، سید مامون بڑی مدنی، سید محمد سعید مدنی، شیخ عمر مدنی اور مولانا ضیاء الدین نزلی مدینہ منورہ“

لے حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۲۸

لے بدر الدین احمد، سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۳۰۵

اور پاک و ہند میں مندرجہ ذیل حضرات کو اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا :-

مولانا حامد رضا خاں ، مولانا مصطفیٰ رضا خاں ، مولانا محمد ظفر الدین
 بہاری ، مولانا سید دیدار علی شاہ ، مولانا مجدد علی اعظمی ، مولانا
 محمد نعیم الدین مراد آبادی ، مولانا احمد اشرف اشرفی جبیلانی ، مولانا احمد مختار
 صدیقی ، مولانا عبدالاحد قادری ، مولانا عبدالعلیم صدیقی میرکھٹی ، مولانا
 محمد حیم بخش آروی ، مولانا لعل محمد خاں مدرسی ، مولانا عمر بن ابوبکر ، مولانا
 محمد شفیع بیسپوری ، مولانا محمد حسنین رضا خاں ، مولانا محمد شریف
 کوٹلی لوہاراں ، مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں ، مولانا مفتی غلام جان
 ہزاروی ، مولانا احمد حسین امر وہوی ، مولانا عبدالسلام جبل پوری ،
 مولانا برہان الحق عبدالباقی جبل پوری ، سید فتح علی شاہ ،
 مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری وغیرہ وغیرہ ۔

فاضل بریلوی کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے ، اس موضوع پر
 ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے ، یہ تلامذہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے اور فاضل
 بریلوی کے پیغام کو دور و نزدیک پہنچایا ۔
 تلامذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں :-

مولانا احسن رضا خاں ، مولانا محمد رضا خاں ، مولانا حامد رضا خاں ،

سے بدر الدین احمد : سوانح اعلیٰ حضرت ، ص ۳۰۶

نوٹ :- پاک و ہند سے بعض علماء کے حالات روزنامہ سعادت (لائل پور) کے مئی ۱۹۶۹ء کے خصوصی نمبر میں شائع
 کیے گئے ہیں جناب محمد صادق قسوی نے خلفائے مراد کے عنوان سے جو کتاب مرتب کی ہے وہ ۱۹۸۰ء میں شائع کر دی گئی ہے ان شاء اللہ

مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی ، مولانا سید محمد حبیبانی کچھوچھوی ، مولانا
 محمد ظفر الدین بہاری ، مولانا عبدالواحد سیلی بھتی ، مولانا حسین رضا خاں ،
 مولانا سلطان احمد خاں ، مولانا سید امیر احمد ، مولانا حافظ یقین الدین ،
 مولانا حافظ عبدالکریم ، مولانا سید نور احمد چانگامی ، مولانا منور حسین ، مولانا
 واعظ الدین ، مولانا عبدالرشید عظیم آبادی ، مولانا شاہ غلام محمد بہاری ، مولانا
 حکیم عزیز غوث ، مولانا نواب مرزا وغیرہ وغیرہ ۔

ہندوستان کی سرزمین میں انیسویں صدی عیسوی میں جب اکبری ذہنیت لکھنے
 والے حضرات نے ایک قومی نظریہ کی اشاعت کی تو فاضل بریلوی نے براہین قاطعہ اور
 حج ساطعہ سے مجددانہ شان کے ساتھ اس نظریہ کا پوری طرح قلع قمع کیا ، اس طرح ہندو مسلم
 اتحاد کی فضاؤں میں سب سے پہلے علماء میں فاضل بریلوی نے ”دو قومی نظریہ“ کا نعرہ
 بلند کیا ، علامہ اقبال (جو پہلے ایک قومی نظریہ کے مؤید تھے ، بعد میں اس کے سخت مخالف
 ہو گئے تھے) اور پھر قائد اعظم نے اسی نظریہ پر اپنے فکر کی بنیاد رکھی اور تحریک پاکستان
 کا آغاز کیا ، اس مرحلے پر فاضل بریلوی کے خلفا رونلڈ مڈھ نے اہم کردار ادا کیا اور آل انڈیا
 سنی کانفرنس کے پیٹ فارم سے پاکستان کی حمایت میں ایک ہمہ گیر تحریک چلائی گئی

۱۔ ان تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لئے پروفیسر صاحب موصوف کا تحقیقی رسالہ ”فاضل بریلوی اور ترکی موالات“
 (مطبوعہ رضا پبلی کیشنز، لاہور) ملاحظہ فرمائیں۔ (قادی)۔
 ۲۔ تفصیلات کے لئے ان مآخذ کا مطالعہ کیا جائے۔

(۱) پروفیسر محمد مسعود احمد ، تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم

(۲) محمد جلال الدین قادری ، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

(۳) محمد صادق قصوی ، اکابر تحریک پاکستان

(۴) مفتی سید مصباح الحسن ، گائیکسی مسلمان اور حقائق قرآن

یہ آفتابِ شریعت و مابتدایہ طریقت ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو نماز جمعہ کے وقت بریلی شریف میں غروب ہو گیا، عالم کی موت عالم کی موت ہے اور پھر جلیل القدر عالم کی موت! ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا لیکن یہ تاریکی بھی اس کے فیض سے محروم نہ رہی اور دیکھتے ہی دیکھتے تارے چمکنے لگے۔

فروغِ شمع تو قائم رہے گا روزِ محشر تک
مگر محفلِ تو پر انوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

فاضلِ بریلوی کے واقعات و حالات وصال بڑے دل افروز ہیں، آپ نے وصال سے قبل ہی الہامی طور پر اس آیتِ کریمہ سے مادہ تاریخ وفات نکالا تھا؛
و یطاف علیہم بانیت من فضة و اکواب لہ
آپ کے تمیزِ شیدا اور خلیفہ حضرت سید محمد محدث کچھو چھووی علیہ الرحمہ نے یہ مادہ تاریخ نکالا ہے؛

”امام الہدیٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمہ“

۱۵ حسین رضا خاں : وصایا شریعت، مطبوعہ لاہور، ملاحظہ کی جائے۔

۱۶ ایضاً : ص ۲۱

منقبت

در شان امام اہل سنت مجدد دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

أَيُّهَا الْبَحْرُ الْغَطِيطُ أَيُّهَا الْخَبْرُ الْعَلَمُ
 أَنْتَ شَيْخُ الْكُلِّ فِي الْكُلِّ سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
 أَنْتَ مِفْضَالُ كَرَامٍ أَنْتَ مِقْدَامُ هَسَامِ
 رُحَلَةُ قَرَمِ هَسَامِ سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
 إِنِّي سَابِي مِنْكَ يَكْفِيَنِي لِحُسْنِ الْخَاتَمَةِ
 أَنْتَ لِي نُورُ لِقَبْرِي سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا !
 أَنْتَ مَا وَبْنَا الْفَخِيمُ أَنْتَ مَلْجَانَا الْعَظِيمُ
 أَنْتَ مَوْلَانَا الْكَرِيمُ سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا
 أَنْتَ كَنْزِي لِيَوْمِي أَنْتَ ذُخْرِي فِي غَدِي
 أَنْتَ غَوْثِي أَنْتَ غِيْثِي سَيِّدِي أَحْمَدُ رَضَا

چودھویں صدی کے محدثین

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی،
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ
مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا۔

”بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو
قائم کرے گا جو اس دین کو از سر نو تیار کر دے گا“

(رواہ ابوداؤد والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفہ، ذکرہ الامام
ابلیل جلال الدین السیوطی فی الجامع الصغیر فی حدیث البشیر والنذیر ورواہ ابیہقی
فی المدخل وحسن بن سفیان والبراز فی مسندہم والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن
عدی فی الکامل والنعیم فی الحلیہ)

علامہ حنفی حاشیہ سراج المنیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ :

”ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے“

جن محدثین نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ان میں علامہ ابوالفضل عراقی اور

علامہ ابن حجر متاخرین علماء میں سے اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور بیہقی،

صاحب مدخل متقدمین محدثین سے ہیں :-

امام جلال الدین سیوطی ”مرقاۃ الصعود حاشیہ سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں :-

اتَّفَقَ الْحَفَاطُ عَلَى تَصْحِيحِهِ

”حفاظ محدثین کا اس حدیث کی تصحیح پر اتفاق ہے“

علامہ شیخ بن احمد غزنوی نے سراج منیر شرح جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ:

”لفظ اول کی قید احترازی نہیں بلکہ غالبی ہے اس لئے کہ اول صدی

کے مجدد بالاتفاق خلیفہ راشد خامس الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا

عمر بن عبدالعزیز ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کی ولادت ۵۹ھ اور

وفات ۸۰ھ میں ہے“

اور ”تجدید“ کے معنی یہ ہیں کہ ان میں ایک صفت یا چند صفتیں

تجدید دین کا مفہوم ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا

افضل الصلوٰۃ والسلام) کو دینی فائدہ ہو جیسے تعلیم و تدریس، وعظ، امر بالمعروف، نہی عن

المنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہل حق کی امداد۔

مجدد کے لئے خاص اہلیت سے ہونے کی ضرورت

نہیں، نہ مجتہد ہونا لازم لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ سستی،

مجدد کے اوصاف

صیح العقیدہ، عالم فاضل، علوم و فنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بے لوث حامی دین، خوف

قائم مبتدعین ہو، حق کہنے میں نہ خوفِ لومۃ لائم ہو، نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی

طلح، متقی، پرہیزگار، شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ، ذائل و خلافِ شرع

سے دل برداشتہ اور حسبِ تصریح علامہ حقی، مجدد کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس صدی

میں پیدا ہوا اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں مشہور۔

معروف، مشہور الیہ بالبیان ہو،

مجدد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ علماء عصر قرائن و احوال اور اس کے علوم سے

انتفاع دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں، اسی لئے مجدد کو علوم دینیہ ظاہرہ و

یاسنہ کا نام، مابن اسنتہ، قاصع البدعة ہونا چاہئے۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر صدی پر ایک ہی مجدد ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کسی شخص الگ الگ شعبوں کے مجدد ہوں کما قالہ السنای رہجلاً کان او اکثر۔

علامہ محمد طاہر حنفی "مجمع بحار الانوار" میں فرماتے ہیں :-

” من یجدد لہادینہا کے مصداق میں علماء نے اختلاف کیا تو ہر فرقہ نے اپنے امام پر محمول کیا اور بہتر ہے کہ اسے عموم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہاء کے ساتھ خاص نہ کیا جائے، اس لئے کہ امت کو اولوالامر یعنی خلفاء، محدثین اور واعظین زیاد سے بھی بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں اور رأس کل مائتہ سنتہ سے مراد یہ ہے کہ صدی گزری اور مجدد زندہ مشہور عالم ہو اور حدیث شریف میں اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے جو ہر سو برس کے سرے پر ہوتے ہیں تو

بعض مجددین کے اسماء گرامی

- مجدد مائتہ اولیٰ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور فقہاء و محدثین سے پیشا رہیں۔ اور
- مجدد مائتہ ثانیہ، خلیفہ مامون رشید، حضرت امام شافعی، حسن بن زیاد، اشہب مائنی، علی بن موسیٰ، یحییٰ بن معین، حضرت معروف کرہی۔ اور
- مجدد مائتہ ثالثہ، خلیفہ مقتدر باللہ، حضرت امام ابو جعفر طحاوی حنفی، امام ابو الحسن

لہ فرقہ سے مراد امور دینیہ کے مختلف شعبوں سے ایک شعبہ ہے مثلاً اولی الامم (خلیفہ) محدث، فقیہ، واعظ، زاہد وغیرہ عقائد اہل سنت کے مخالف مختلف فرقوں پر اس لفظ کو محمول کرنا صحیح یا ناانصافی ہے کیونکہ خود مؤلف علامہ حضرت قائل بہار علیہ الرحمہ مجمع بحار الانوار کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے مجدد کو فقہاء کے ساتھ خاص نہیں کرتے۔

اشعری، امام نسائی وغیرہ ، اور

● مجددِ مائتہِ رابعہ ، خلیفہ قادر باللہ ، امام ابو احمد سمرقانی ، ابو بکر محمد خوارزمی حنفی ، او

● مجددِ مائتہِ خامسہ ، خلیفہ مستظہر باللہ ، حضرت امام محمد غزالی ، قاضی فخر الدین حنفی

وغیر ہم ہیں۔ (انتہی کلامہ)

مجدد کی شناخت

شیخ الاسلام بدر الدین ابدال "رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ میں فرماتے ہیں کہ :-

" مجدد ، معاصرین کے غلبہِ ظن سے پہچانا جاتا ہے ، اس کے قرآن

احوال اور اس کے علم سے انتفاع کے سبب سے ، اور نہیں ہوتا مجدد مگر

عالمِ علومِ دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا ، جو ناصرِ سنت و قانعِ بدعت ہو ، پھر کبھی مجدد

فقط ایک ہی ہوتا ہے جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ

عنه پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق ہیں اور دوسری صدی کے مجدد امام شافعی

ہیں ، اس لئے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں تمام علماء سے

اعلم و افضل تھے۔

اور کبھی مجدد ، دو یا جماعت ہوتی ہے اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہو سکا

پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے

افضل ہو ، لیکن مجدد جب ہوگا تو اس المائتہ (صدی کے سرے) پر ہوگا کیونکہ

عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ صدی کے ختم ہوتے ہوئے علماءِ امت بھی ختم ہو جاتے ہیں ،

دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں ، بد مذہبی اور بدعت ظاہر ہوتی ہے اس واسطے دین کی تجدید

۱۔ مہر زمانہ کے باعث عقائد و اعمال میں جو فساد اصل امور دینیہ میں شامل ہو چکے ہوں ان کا صحیح امور دینیہ سے امتیاز کرنا ، طبعی تدبیریں کو

واضح کرنا اور منشاء خدا و رسول کے مطابق دین کو پیش کرنا ، اپنی طرف سے اصول دینیہ میں ترمیم و تفسیح یا اضافہ کرنے کا نام تجدید نہیں

اصول شرعیہ اور امور دینیہ میں ترمیم و تبدیلی کرنیوالوں کو ان کے خوش اعتقادوں نے مجدد کہنا شروع کر دیا ہے اور یہ حقیقت کے برعکس ہے۔

کی ضرورت پڑتی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کر دیتا ہے اور ان برائیوں کو سب کے سامنے علی الاعلان بیان کر کے دین کو از سر نو نسا کر دیتا ہے، وہ سلف صالحین کا بہتر عوض، خیر الخلف، نعم البديل ہوتا ہے۔ (انتہی کلامہ)

امام جلال الدین سیوطی "مرقاۃ الصعود شرح سنن ابوداؤد" میں فرماتے ہیں کہ :-
 "علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ علمائے حدیث، اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى سَآئِسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا كى تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانہ میں اختلاف کیا اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف جو صدی کے سرے پر دین کی تجدید میں لگا ہو، تو ہر ایک اپنے مذہب کے حامی و ناصر کی طرف مائل ہوا، اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک من یجدد لہا دینہا کا مقتضا یہ ہرگز نہیں کہ صدی کے سرے پر فقط ایک ہی شخص مجدد ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد، اس لئے کہ امت کا اصل انتفاع امور دین میں ہے لیکن اس کے سوا دوسرے امور بھی بہت انتفاع ہوتا ہے مثلاً اولوالامر، اہل حدیث، قرار، وعظمین، عابد، زائد لوگ اپنے اپنے فنون سے

لے اپنے مذہب سے مراد اصول و قواعد شرعیہ اور فروعیات دینیہ میں سے اپنے علمی و عملی رجحانات کی طرف میلان ہے مثلاً حدیث حدیث و فقہ، مسند رشد و ہدایت، امور خلافت میں خدمت وغیرہ، اپنے مذہب سے اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب یا عقائد اہل سنت و جماعت کے علاوہ دیگر فرقے مراد لینا قطعاً غلط ہے۔

لکھنؤ و برقیہ سے اہل حدیث کا لفظ صرف خادمین حدیث پر بولا جاتا رہا ہے لیکن ۱۸۸۸ء میں سرکار لکھنؤ کے خدشکار، نجدی عقائد کے پیروکاروں نے اپنی خدمت کے صلہ میں یہ لفظ حاصل کیا حالانکہ ان دیار میں انہیں "وہابی" کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

ایسا نفع امت کو پہنچانے ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں اس لئے کہ اصل حفظِ دین میں "قانونی سیاست" ہے اور "شاعتِ عدل و انصاف" جسکی وجہ سے ضبط و ایات ہوتی ہے اور زہاد اپنے وعظوں سے امت کو نفع پہنچاتے اور لوگوں کو تقویٰ پر ابھارتے ہیں اور دنیا میں زندہ سکھاتے ہیں تو بہتر اور ٹھیک بات یہ ہے کہ من یجدد سے اکابر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر ظہور و صورت کی طرف اشارہ ہو، جو لوگوں کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں اور خرابیوں، بے دینیوں، بد مذہبیوں کو بتا کر دین کی تجدید کریں لیکن بایں ہمہ یہ ضرور ہے کہ مجدد وہی شخص ہوگا کہ صدی کے شروع میں مشہور عالم، معروف مشائخ الیہ ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں ورنہ صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے علماء ہوں گے جو دین کی خدمت میں منہمک ہوں، لیکن مجدد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہو اور دوسری صدی شروع ہو، اُس وقت وہ عالم معروف و مشہور، زندہ اور مشائخ الیہ ہو" (انتہی کلام)

مجدد کے بارے میں چند سوال اور ان کے جوابات

ماہِ رجب ۱۲۹۹ھ
میں سدرت سے

مولوی ابوعلی محمد عبدالوہاب صاحب نے جناب مولانا مولوی عبداللہ صاحب لکھنوی فرنگی محلی مرحوم و مغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتاء بھیجا تھا، جس میں چند باتیں دریافت کی تھیں، جو مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ص ۱۵۱، ۱۵۲ میں مع جواب مکتوب ہے، اس جگہ مختصراً اس کو نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

۱۔ حدیث ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ (المحدث) میں اس آخِر صدی

مراد ہے بار اُس آغازِ صدی؟ اور

۲- مجدد کی شرائط و علامات کیا ہیں؟ اور

۳- پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون سے مجدد ہوئے اور

۴- مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیروں پر سید احمد بریلوی مجدد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

علامہ لکھنوی نے ان سوالات کے حسب ذیل جوابات دئے ہیں :-

۱- راسِ مائتہ سے مراد بہ اتفاقِ محدثین آخرِ صدی ہے۔ اور

۲- مجدد کی شرائط و علامات یہ ہیں کہ علوم ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو، اس کے درس و

تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تذکیر سے نفع، شائع و ذائع ہو اور احبار

سنت و امانت بدعت میں سرگرم ہو اور ایک صدی کے آخر اور دوسری

صدی کے آغاز میں اُس کے علم کی شہرت اور اس سے انتفاع معروف و

مشہور ہو، پس اگر آخرِ صدی نہیں پائی ہے یا اُس سے اُس زمانہ میں

انتفاع احبارِ شریعت حاصل نہ ہوا ہو تو وہ مجددین کی صف سے خارج سمجھا جا

اور اس حدیث کا مورد و مصداق نہ ہوگا اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا

(اس کے بعد عبارتِ شیخ الاسلام بدر الدین اور "مرقاۃ الصعود" امام جلال الدین

سیوطی نقل کر کے فرماتے ہیں)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ سید احمد بریلوی، کہ اُن کی ولادت

سن ۱۲۱۷ھ میں ہوئی اور ان کے مرید اسماعیل دہلوی وغیرہ مصداق حدیث میں

داخل نہیں ہیں (مولوی اسماعیل دہلوی کی ولادت سن ۱۱۹۳ھ میں ہوئی اور دونوں کا

انتقال سن ۱۲۲۷ھ میں ہوا تو سید احمد صاحب نے کوئی آخرِ صدی نہ پائی اور

مولوی اسماعیل دہلوی آخرِ صدی میں فقط سات سال کے بچے تھے) اس لئے

کہ مجدد کے لئے ضروری ہے کہ آخر ایک صدی اور دوسری صدی کے

اول میں اس صفت کے ساتھ موصوف ہو کہ اس کا نفع عام ہو اور اس کا
اشتہار تام ہو اور ان دونوں کی تیرہویں صدی کے وسط میں شہرت ہوئی،
اتنا زمانہ گذرا علماء نے تعین مجددین میں اسی صفت کا لحاظ کیا ہے جسکی
تفصیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے رسالہ "مسمیٰ بہ الفوائد الحجج فی من بیعہ
اللہ لہذہ الامہ" اور امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ "مسمیٰ بہ متنہ فہم بیعہ
اللہ علی رأس المائۃ" وغیرہ میں ہے۔

ان رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مجدد مائتہ اولیٰ بالاتفاق خلیفہ
راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور مجدد مائتہ ثانیہ
بالاتفاق امام شافعی تھے اور مجدد مائتہ ثالثہ قاضی ابوالعباس ابن تریح شافعی
امام ابوالحسن اشعری، محمد بن جریر طبری تھے اور مجدد مائتہ رابعہ امام ابو بکر باقلانی
اور ابوطیب معلو کی وغیرہ تھے اور مجدد مائتہ خامسہ امام محمد بن محمد غزالی تھے
اور مجدد مائتہ سادسہ امام فخر الدین رازی تھے اور مجدد مائتہ سابعہ امام تقی الدین
ابن دقین العید تھے اور مجدد مائتہ ثامنہ زین الدین عراقی، علامہ شمس الدین
جوہزی، سراج الدین بلقینی تھے اور مجدد مائتہ ناسعہ امام جلال الدین سیوطی،
علامہ شمس الدین سخاوی تھے اور مجدد مائتہ عاشرہ شہاب الدین رطلی،
ملا علی قادری تھے۔" (انتہی کلامہ)

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے اور مجدد مائتہ ہادی عشر یعنی الف ثانی،
امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (متولد ۱۰ محرم ۹۷۵ھ، متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ)
اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ زاہرہ و باہرہ حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی
متولد ۹۵۸ھ، متوفی ۱۰۵۲ھ اور میر عبدالواحد بگرامی صاحب "سبع سنابل"، متولد ۱۰۵۰ھ
متوفی ۱۱۰۰ھ تھے اور مجدد مائتہ ثانی عشر سلطان دین پرور مالک بھروڑی ابو ظفر محی الدین محمد

ہورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی (متولد ۱۶۵۷ء، متوفی ۱۷۰۷ء) و حضرت شاہ کلیم اللہ
چشتی دہلوی (متوفی ۱۷۲۲ء)، قاضی محب اللہ بہاری (متوفی ۱۷۱۹ء) تھے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے مجدد ہونے میں علماء کا اختلاف
اگرچہ بعض خوش اعتقادوں
نے مولانا شاہ ولی اللہ

صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کو بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر تصریحات علماء کرام سے
ثابت ہے کہ وہ مجددوں کے شمار میں داخل نہیں ہیں اس لئے کہ شاہ صاحب موصوف کی ولادت
۱۷۱۹ء اور وفات ۱۷۸۷ء میں ہوئی، تو اگرچہ ان کے علم و فضل اور بزرگی و کمال میں کلام نہیں،
مگر مجدد کی جو اصل صفت ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے افکار و
افادہ کا شہرہ ہو، حمایت دین و نکایت مفسدین میں موصوف و مشہور ہو، یہ بات نہیں پائی گئی،
اس لئے کہ ان کی شہرت علمی وسط صدی میں ہوئی، کسی صدی کا آخر یا یا نہ کسی صدی کا آغاز،

اسے یہ حقیقت قواعد تخریب اور اصول دینیہ کے عین مطابق ہے جیسا کہ علماء کرام مثلاً علامہ غزالی، علامہ حقی، علامہ مناوی، علاء ظاہر،
شیخ الاسلام بدرالدین ابدال اور علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہ کے کلمات بلکہ خود صحیح حدیث کی تصریح کے مطابق مجدد کی علامات
اور شرائط کے سلسلہ میں گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے، علم و فضل کے کمال درجہ پر فائز ہونے کے باوجود حضرت شاہ
ولی اللہ علیہ الرحمہ میں مجدد کی مذکورہ صفات نہیں پائی جاتیں، نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر بڑا عالم مجدد ہو بلکہ ممکن ہے کہ صدی کے
وسط میں ایسے عالم بھی موجود ہوں جو علم و فضل میں افضل ہوں مگر مجدد نہ ہوں، خود ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری نے شیخ
الاسلام بدرالدین ابدال کے حوالہ سے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

”پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو لیکن مجدد جب ہوگا،

رأس المائۃ پر ہوگا۔“
(محمد جلال الدین قادری عفی عنہ)

حضرت شاہ ولی اللہ کے مقام و مرتبت کی عظمت و جلال میں کلام کی گنجائش نہیں مگر ان کے افکار و نظریات کو قبول
عام حاصل نہ ہو سکا، ان کے علوم و معارف کا شہرہ صرف ایک مخصوص حلقہ تک محدود رہا، دیوبند جیسے ولی اللہی مدرسہ میں
(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

شہرت تو چیز سے دیگر است،

نیز مجدد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان اور اس کا قلم حق گو، حق نویس ہو۔ زبان سے وہی بولے جو شریعت کے مطابق ہو اور قلم سے وہی لکھے جو شریعت کا حکم ہو، حق کہنے میں اس کی زبان سیفِ قاطع اور قلم تیغِ برآں ہو، جو بولے شریعت کے دائرہ میں ہو، جو لکھے شریعت کی حد میں ہو، ایک عامی اس کی تحریر یا تقریر لے تو اس کے عمل کے لئے کافی ہو، ہر لفظ اس پر چچا پلا ہو، جو کہے بے لوث کہے، جو لکھے بے خوف لکھے، حق کرنے یا کہنے میں کسی کی پروا نہ کرے۔

گدائے میکدہ ہوں ہر طرح کی بے پیالی میں

کا مصداق نہ ہو۔

جناب مولانا شاہ ولی اللہ

صاحب میں قطع نظر اس کے کہ

شاہ ولی اللہ کی مصنفات میں بعض تخریفات

نہ کسی صدی کے آخر میں ہوئے، نہ دوسری صدی کے اول میں رہے، پھر ان کی شہرت دو صدیوں میں اور ان کے علوم و معارف سے انتفاع، ہر قسم کی باتیں ان کے یہاں موجود ہیں، سٹیوں کے بھی سردار ہیں، ساتھ ساتھ وہاں سیت کی بھی داغ بیل ڈال رہے ہیں، حجۃ البالغہ عجیب و غریب کتاب لکھی، اگر کچھ حصے سٹیوں کے کارآمد ہیں تو ایک حصہ ہابیب لئے ہوئے اکر رہے ہیں۔

مولوی ابوبکری امام خاں نوشہروی نے تراجم علماء حدیث انہی کے نام نامی سے

بقول علامہ سندھی یہ حالت تھی کہ: "مولانا محمود الحسن کو جب شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز کی رائے کسی مسئلہ میں بیان کرنی ہوتی تو وہ

ان حضرات کا نام لینے کے بجائے فرماتے کہ محققین کی اس مسکے میں یہ رائے ہے کیونکہ حضرت جانتے تھے.... کہ شاہ ولی اللہ

اور شاہ عبدالعزیز کی بات سننے کے لئے مطلب تیار نہیں ہوں گے۔" (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۶۱ بحوالہ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ص ۱۷)

شروع کی اور اس میں ان کو پورا اہل حدیث بلکہ بانی مذہب اہل حدیث یقین کیا کہ اہل حدیث کا باوا آدم انہیں کو قرار دے کر آگے شاخیں پھیلائی ہیں، صفحہ ۵ پر تفہیم کی یہ عبارت درج کی ہے :-

فہمنی ربی انا جعلتک امام ہذا الطریقتہ وسدنا
طرق الوصول الی حقیقتہ القرب کلہا الیوم غیر طریقتہ
واحذتہ وهو محبتک والانقیاد لک والسما لیس من
عاداک سما، ولیست الارض علیہ بارض فاهل
الشرق والغرب کلہم رعیتک وانت سلطانہم
علموا ولم یعلموا فان علموا فاسروا وان جہلوا
خابوا۔

” یعنی مجھے خداوندِ عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقتہ کا امام بنایا اور
حقیقتِ قرب تک رسائی کے سب رستوں کو بند کر دیا سوا ایک طریقتہ کے وہ
طریقتہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے جو تیرا مخالف ہے اس کے لئے
نہ آسمان آسمان ہے، نہ زمین زمین ہے، تمام روئے زمین کے لوگ پوری
ہوں یا چھپی، سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے چاہے وہ جانیں
یا نہ جانیں، اگر وہ جانیں گے کامیاب ہوں گے اور اگر نہ جانیں گے گھلاٹے
اور نقصان میں رہیں گے۔“

پہر صفحہ ۱۶ پر سمدہ تقلید اور عمل بالحدیث کی سرخی قائم کر کے لکھا :-

” جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات، شروع احادیث
مسویٰ مصنفے اور دوسری تصنیفات مثلاً عقد الجمدیہ، الانصاف فی بیان سبب
الاختلاف وغیرہ میں تقلید اور عمل بالحدیث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع الحدیث

کھلے طور پر توجیح دیتے ہیں لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ ”حجة اللہ الباقیہ“ میں پھیلایا، نہایت پر لطف ہے کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر محتوی ہے۔
 پھر صفحہ ۲۰ پر لکھا اور آگے بڑھ کر صفحہ ۱۲۲ پر یضمن باب ”حکایۃ الناس قبل المائۃ الرابعة“
 و بعد ہا، اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر صفحہ ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا،
 اور یضمن ”من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنة“ میں تو یہ راز بالکل فاش کر دیا، فرماتے ہیں۔

واقول الفرقة الناجية هم الاخذون في العقيدة

والعمل جميعا بساظهر من الكتاب والسنة.....

” یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں

کتاب و سنت اور صحابہ و تابعین سے بہ ظاہر انصاف فتوے جاری کرے،

اگرچہ صحابہ و تابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لئے انہیں نص نہ ملی ہو،

باسم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو۔“

پھر صفحہ ۲۲ پر لکھا، اسی کے ساتھ حدیث اذا امن الامام فامنوا فانہ من
 وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ
 نقل کرتے ہوئے باشارۃ النص، آمین بالجہر کی تاکید فرماتے ہیں۔

یہاں شاہ محمد فاضل زائر الہ آبادی مرحوم کا ماجرا قابل ذکر ہے۔ حضرت زائر دہلی

تشریف لائے، جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں باوازا آمین کہہ ڈالی، دہلی میں یہ پہلا حادثہ
 تھا، عوام برداشت نہ کر سکے، جب آپ کو گھیر لیا تو فرمایا :

” اس سے فائدہ نہ ہوگا، تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس سے

۱۔ جب اہم آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین، ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے

انگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ترجمہ)

مسئلہ دریافت کرو۔ لوگ ان کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا: "حدیث سے تو باوازا امین کہنا ثابت ہے، مجمع بیسن کر چھٹ گیا، اب صرف مولانا محمد فاضل صاحب اور حضرت شاہ صاحب بصورت قرآن السعدین باقی تھے، شاہ محمد فاضل نے عرض کیا "آپ کھلیں گے کب؟" فرمایا "اگر کھل گیا ہوتا تو آج پوچھ کیسے بچا لیتا؟"

اور رفع یدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ:

والذی یرفع احب الی من لا یرفع فان

احادیث الرفع اکثر واشتت لہ

"یعنی مجھے تو رفع یدین کرنے والا ذکر کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے

کہ اثبات رفع یدین کی حدیث میں ترک رفع الیدین کی احادیث سے تعداد

میں زیادہ اور رتبہ میں قوی ہیں۔"

ترک تقلید پر مزید ارشاد، "عقد الجذیہ میں تقلید کی دو قسمیں ہیں، حسب

حرام، قرار دیکر فرماتے ہیں:-

(۱) تقلید واجب: وامارۃ ہذا التقلید ان یکون عملہ

بقول المجتہد کالمشروط لکونہ موافقا للسنة

فلایزال متفحصا عن السنة بقدر الامکان

فستی ظہر الحدیث یخالف قول ہذا اخذ بالحدیث

والیہ اشار الائمة لہ

لہ دو سعادت مند بزرگوں کا ملاپ یا وصال۔

لہ محبۃ اللہ البالف، ج ۲، ص ۸۴

لہ ایضاً " " ص ۸۴

”یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگرچہ قول مجتہد کے موافق سہی مگر
مشروط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اسی پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کی تلاش
رکھے، پس جب بھی ایسے مقلد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے
تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کرے۔ اسی طرف ائمہ کا اشارہ ہے“

(۲) تقلید حرام، فان بلغ حدیث واستیقن بصحت
لا یقبل لكون ذمته مشغولة بالتقلید فهذا
اعتقاد فاسد وقول كاسد لیس له شاهد من
النقل والعقل وما كان اخذ من القرون السابقة
یفعل ذلك لـ

یعنی پس اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اس مقلد
کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پر بھی وہ (مقلد) اس حدیث کو قبول نہ کرے،
اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے وہ اس حدیث
کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے کیونکہ نہ نقل
سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ عقل سے، نہ قرون سابقہ نے ایسا کیا“

پہر صفحہ ۲ پر لکھا، نیز عقد الجید میں فرماتے ہیں :-

فان بلغنا ریت من رسول المعصوم الذی
فرض الله عینا طاعتہ بسند صالح یدل
علی خلاف مذهبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا ذلک
التخمین فمن اظلم منا و ما غرانا یوم یقوم الناس

لرب العالمین ۛ

”یعنی پھر جب ہمیں رسولِ معصوم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے، سندِ صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے شعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتائیے کہ (رسولِ معصوم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہو گا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العالمین کو کیا دیں گے؟“

اسی عنوانِ تقلید کو ”تفہیماتِ الہیہ“ میں یوں رقم فرمایا :-

اصول الشرع اثنان ایتہ محکمۃ او سنتہ قائمۃ
لا یزید علیہما و بالجملة فالرأی فی الدین
تحریف و فی القضاہ حسنۃ -

”شرعیۃ (اسلام) کے دو اصول ہیں :

۱- آیاتِ محکمہ

۲- سنت

ان دونوں کے سوا کوئی اور شے دین میں مسلم نہیں، ان غیر مسلمہ امور میں رائے (قیاس) دین میں تخریف ہے اور قضا میں مستحسن“

پھر اخیر صفحہ ۲۸ پر لکھا اور یہی ترکِ تقلید اور اتباعِ سنت کی تاکید آپ کے وصایا سے مستفاد ہے :-

”-----“
دورِ فروعِ پیرویِ علماءِ محدثین کہ جامع باشند
میانِ فقہ و حدیثِ کردن و دائماً تقریعاتِ فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض

نمودن آنچه موافق باشد در چیز قبول آوردن والا کالائے بدر لیس خاوندان

(المقالة الوضیة فی النصیحة والوصیة)

پھر لکھا کہ جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ان جوابوں کو کہاں تک نقل کیا جائے، آپ کی نام تصانیف مہمہ کا ایک ایک ورق ان سے مزین ہے پس اہل علم و اصحاب دانش کے لئے یہی کافی ہے۔

مزید طمانیت کے لئے دو حوالے اور نقل کئے جاتے ہیں :

(۱) " و خود را مقلد محض بودن ہرگز راست نمی آید و کارے نمی کشاید

اکثر مفسد و دو عالم از ہمیں بہت ناشی شدہ " لکھ (ازالۃ الخفار، ص ۲۵)

اس سے زیادہ اور ترا عن التقليد کیا ہو سکتا ہے ،

(۲) جمعیکہ سرمایہ علم الیشاں شرح وقایہ و ہدایہ " باشد کجا ادراک ہر ایں

توانند کرد " لکھ (ازالۃ الخفار، ص ۸۴)

قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک

ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب آسمان سے اتار کر دے دیں

جب بھی وہ اپنے عقیدہ سے باز نہ رہے، ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکتا ہے

اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ ع

آنچه از دل خیزد بر دل ریزد

۱ لکھ (ترجمہ) فروع میں فقہ و حدیث کے جامع علماء محدثین کی پیروی کرنا اور ہمیشہ فقہی جزئیات کو کتاب و سنت پر

پیش کرنا اور جو اس کے موافق ہو اسے قبول کرنا اور مخالفت کو اس کے قائل کے حوالہ کر دینا۔

۲ لکھ (ترجمہ) اور اپنے آپ کو محض مقلد بنائے رکھنا ہرگز درست نہیں اور اس سے کوئی کام نہیں بنتا کیونکہ

دونوں جہانوں کے اکثر مفسد اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

۳ لکھ (ترجمہ) وہ لوگ کہ جن کا سرمایہ علم صرف شرح وقایہ اور ہدایہ ہی ہو وہ اس حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں۔

لیکن جو شخص باوجود دعوائے حقیقت اتنا ضعیف العقیدہ ہو جس کے نمونے ان کی مصنفات^۱ سے بحوالہ صفحہ گزرتے وہ دوسرے کو کیا تبلیغ کرے گا اور اگر بالفرض کہے سنے بھی تو اس کا اثر

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی بعض مصنفات سے چند حوالوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی حقیقت مشہور محقق حکیم محمود احمد برکاتی کی زبانی سنیے یاد رہے کہ حکیم صاحب کی ان تحقیقات کو دیوبندی مکتب فکر کے عالم، ولی اللہی خاندان کے فرد شہیر حکیم ایس احمد صدیقی نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے :-

” میرے خیال میں کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی یا پنجاب یونیورسٹی کو چاہئے کہ مولف کی اس عظیم محققانہ تالیف منیف کی بنا پر تاریخ اسلام میں ڈاکٹر (پی ایچ۔ ڈی) کی ڈگری عطا کرے، اس طرح اس تحقیق اہق کا مناسب طریقہ پر اعتراف ہوگا“
(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ص ۲۳)

حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں :-

” مکمل رسائل و کتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جاوید بجا ترمیم و اضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی“

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، مطبوعہ لاہور بار اول ۱۹۶۲ء، ص ۵۵، ۵۶)

(البلاغ المبین، تحفۃ الموحدین، اشارہ مستمرہ اور قول سدید کا تذکرہ کر کے لکھا) :-

” مندرجہ رسائل میں اہل سنت والجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشدد افکار پیش کئے گئے ہیں جن کو یہ حضرات تمک بالکتاب والسنۃ کا نام دیتے ہیں اور جو کتاب توحید کی بازگشت ہیں، اس طرح شاہ صاحب سے احناف کو جن کی برصغیر میں اکثریت ہے، بدظن اور دور کرنے کی کوشش کی گئی“ (ایضاً ص ۵۵)

” فقہی مسائل میں اعتدال و توسط اختیار کرنے کے جرم میں احناف نے ان سے برادریت کی (باقی آئندہ صفحہ پر)

سامعین پر کیا پڑے گا اس لئے میری بے لوث رائے میں ایسے شخص کو مجددوں کی صف میں شمار کرنا سوائے خوش اعتقادی کے اور کچھ نہیں ہے۔ ”پیر من حسن است و اعتقاد من بر است“ کا کوئی جواب نہیں۔

البتہ مجددِ مائتہِ ثالثہ عشر، ان (مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ) کے فرزندِ دلبند و شاگردِ رشید و مرید و مستفید و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (متولد ۱۱۵۹ھ، متوفی ۱۲۳۹ھ) ہیں اس لئے کہ مجدد کی صفات ان میں پائی جاتی ہیں، اس لئے کہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحبِ علم و فضل و زہد و تقویٰ، مشہور و یادِ اطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا اور ساری عمر دینی خدمت درس و تدریس، افتاء و تصنیف، وعظ و پند، حمایت دین و نکایتِ مفسدین میں صرف اوقات فرماتے رہے، جزاہ اللہ عنہ

عنہم سوس کی محکمہ اہل حدیث نے ان کے افکار میں کمی محسوس کر کے خود رسالہ تصنیف کئے، ان کے نام منسوب کر دئے، اپنی باتیں ان کی زبان سے کہلوائیں اور احناف ان کو مزید بظن اور دور تر کر دیا۔ (ایضاً، ص ۷۹)

حکیم صاحب نے اہل تشیع اور مرزائیوں کی طرف سے بھی اپنی مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کرنے کی سازش کا پردہ چاک کیا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں بے دریغ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب کی طرف منسوب ان تحریف شدہ کتابوں سے استناد درست نہیں، اس بنا پر ایک عام آدمی کے لئے شاہ صاحب کی دیگر تصنیفات ہم محل نظر ٹھہرتی ہیں۔

فاضل بہار نے اس حقیقت کو طویل حوالوں سے واضح کیا ہے کہ ایسی تحریف شدہ کتابوں سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہیں پاسکتا۔ (فقیر قادری)

حمایت دینی کے جملہ کاموں سے قطع نظر

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی علمی خدمات

محدث دہلوی کی ایک کتاب ”تحفہ اثنا عشریہ“ وہ کتاب ہے کہ روزِ تصنیف سے اس وقت تک کوئی کتاب اس شان کی نہ لکھی گئی اور یہ اسی طرح یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے رنگ کی سب سے پہلی تصنیف ہے کہ اس سے قبل شاید کوئی کتاب اس جامعیت کی نہ لکھی گئی، میں نے زبانی اجلہ ثقافت سے سنا، ازاں جملہ حضرت مولانا محمد فاخر صاحب بچوڑ الہ آبادی فرماتے تھے کہ جب اسمعیل دہلوی نے تقویت الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک بنا کر شروع کیا، اُس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے، افسوس کے ساتھ فرمایا کہ :-

”میں تو بالکل ضعیف ہو گیا اور آنکھوں سے بھی معذور ہو گیا ہوں اور نہ

اس کتاب اور اس عقیدہ فاسدہ کا رد بھی تحفہ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا

کہ لوگ دیکھتے :-

۱۔ مستند مدار۔

۲۔ کتاب کا اصل نام تقویت الایمان ہے مگر شدید اختلافی مسائل اور صریح کفری عبارات کی بنا پر علماء کرام اسے

”تقویت الایمان“ کہتے ہیں، جیسا بیان کو زائل کرنے والی کتاب۔

۳۔ پروفیسر ریاضی اپنا ایک مقالہ میں تحریر کرتے ہیں :-

” اودھ میں بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے، آخری دور میں مولانا فضل حق خیر آبادی

اس قافلے کے سالارِ اعظم تھے، انہوں نے اپنے والد مولانا فضل امام کے علاوہ خاندان

دلی الٹھی سے بھی استفادہ کیا تھا مگر وہ شاہ اسمعیل اور شاہ اسحاق دہلوی کے بعض

الفیہ آئندہ صفحہ پر

یہ دلیل ان کے مجددِ مائتہ ثالث عشر ہونے کی کھلی ہوئی سب سے، کہ حمایتِ دین میں عزیزِ قریب کسی کا بھی پاس نہ کیا جائے۔

بلا و اسلام یہ ہیں شاہ عبدالعزیز کے علوم و معارف کی شہرت عام پھر جو شخص شاہ صاحب

کی سوانح عمری دیکھے گا، جانے گا کہ بے شک وہ تیرہویں صدی کے مجدد تھے، پندرہ سال کی عمر میں کتبِ درسیہ عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر کامل ۶۵ سال حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین میں صرف فرمائے اور ۸۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

درس و تدریس میں معقولات کے علاوہ فقہ و متعلقاتِ فقہ کا تو التزام تھا مگر خاص چیز درسِ حدیث اور فتویٰ نویسی تھی، جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم، شام، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی تھی، قسطنطنیہ سے ملا رشیدی

خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے اور قدیم روش پر سختی سے قائم تھے، مولانا محبوب علی دہلوی (تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی) بھی ان کے ہم خیال تھے، ان حضرات نے شاہ اسماعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے تردید کی، علمائے بریلی و بدایوں اس سلسلے میں ان کے معین مددگار اور ہموا تھے۔

(اردو نامہ، کراچی، شمارہ نمبر ۵۱، دسمبر ۱۹۷۵ء، ص ۵۵، بعنوان اردو میں سی ادب)

برصغیر میں اہ بیت کے معلم اول اسماعیل دہلوی کے اعترافی اور انحرافی اعتقادات کا ذکر نے والد میں علامہ منور الدین دہلوی (ابوالکلام آزاد کے پرانا)، شاہ فضل رسول بدایونی، علامہ مخصوص اللہ محدث دہلوی (شاہ عبدالعزیز دہلوی کے بھتیجے)، علامہ محمد موسیٰ دہلوی (شاہ رفیع الدین دہلوی کے صاحبزادے) علامہ خیر الدین (ابوالکلام آزاد کے والد)، مولانا نقی علی خاں (امام احمد رضا کے والد) حکیم صادق علی خاں (سیح المسک حکیم اہل خاں کے جد) اور کئی دوسرے جلیل القدر علماء سر فہرست ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں :-

” شاہ صاحب! آپ کا کچھ ایسا اثر بلادِ اسلامیہ میں ہو رہا ہے

کہ جب کوئی فتوے دیا جاتا ہے اور علماء اُس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے اور وہ فتوے جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو، زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لئے بڑے فخر کی بات ہے اور سلطانِ ٹرکی بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے۔“ لہ

اسی طرح آپ کے درس و تدریس

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے چند مقتدر تلامذہ کا شہرہ ہندوستان سے

باہر تک پھیلا ہوا تھا، آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں، بطور نمونہ کیے از ہزار سے یہ ہیں :-

● مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (آپ کے برادرِ خورد)

● شاہ محمد اسحاق (د)

لہ سلطنتِ ترکی کے حکمران خلفاء، علماء و مشائخ کے نہایت قدردان تھے، مقاماتِ مقدسہ اور آثارِ شریفہ کی حفاظت کے علاوہ بڑے متدین ہوتے تھے، علماء کرام و مشائخِ عظام بھی ان سے محبت کرتے اور مخلصانہ دعاؤں سے ان کو نوازتے چنانچہ ترکی سلاطین کا ذکر امام احمد رضا بریلوی یوں کرتے ہیں :-

” ترکی سلاطینِ اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہل سنت تھے اور میں۔“

(دوامِ اعیش فی الامۃ من الفریش، بار اول مطبوعہ ۱۳۳۱ھ بمبلی، ص ۶۳)

۱۹۰۸ء میں سلطان عبدالحمید خاں جب تختِ ترکیہ سے معزول کئے گئے تو حضرت قید عالم (پیر سید مہر علی شاہ)

قدس سرہ بہت رنج اور افسوس کا اظہار فرمایا تھا۔ (مہرِ نبیر، ص ۲۶۹)

• شاہ محمد یعقوب (حضرت کے نواسے)

• مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی

• حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی

• مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب (آپ کے برادر زادے)

• حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی

• حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی

• حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب قادری برکاتی بدایونی کانپوری (مصنف

رسالہ اشباع الکلام فی المولد والقیام) استاد حضرت مولانا شاہ محمد عادل صاحب

کانپوری و شمس العلام مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی

• حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی

• بہیقی بروقت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی

• حضرت ملحق الاصابغربالا کابردارث العلم والمجد و الفضل، کابرا عن کابر مولانا سیدنا

سید شاہ آل رسول صاحب احمدی ماہرہروی، پیرو مرشد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت

مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی

• حضرت مولانا شاہ ابوسعید صاحب (نیرۃ خواجہ معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی)

• حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی

• حضرت مولانا شاہ ظہیر الحق صاحب قادری پھلواری، ہانی خانقاہ عمادیہ،

منگل تالاب، پٹنہ سٹی

• مولانا شاہ عبدالغنی صاحب ابوالعلانی منعمی

(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

درس و تدریس

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کا رشد و ہدایت میں شغف کے علاوہ وعظ و

پند کا سلسلہ بھی زوروں پر تھا، ہر جمعہ و سہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچہ چلیاں میں وعظ بیان فرماتے وعظ میں عام اجازت تھی کہ اٹھائے تقریر میں اگر کسی کو شک و شبہ رہے تو بعد ختم وعظ دریافت کر کے تشفی کر لے، معترضین ٹل کر آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے، وعظ و تذکیر کا شغف اس درجہ تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوٹا، مرض الموت میں خود سے اٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہ تھی، اُس وقت فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بچا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے پکڑ لے ہو، لیکن جب بیان کرنا شروع کر دوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے، گولب و لہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال و سیاہی رنگ جملے ہوئے تھا۔

وعظ ختم کرنے کے بعد آپ نے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے معرفت الہی میں عربی و فارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سننے والوں کے اجسام میں سنسنی پیدا ہو گئی اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

پھر بروز یکشنبہ ۱۲۳۹ھ شوال ۱۲۳۹ھ وفات پائی اور قبرستان مہدیاب عقب جیل خانہ میں (جواب مولویوں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ، آمین

پچودھویں صدی کے مجدد

اور چودھویں صدی کے مجدد، مجددِ مائتہ حاضرہ، مؤیدِ ملتِ طاہرہ اعلیٰ حضرت
عظیم البرکت صاحبِ تصانیفِ قاہرہ و تالیفاتِ باہرہ، جنابِ تطابِ معلیٰ القابِ مولانا
مولوی حاجی حافظ قاری **محمد احمد رضا خان** صاحب
قادری برکاتی بریلوی، متعنا اللہ بہرکاتہ و حسناتہ یوم القیامتہ تحتِ راہِ تہ ہیں، اس لئے کہ
حضورِ پرنور کی ولادتِ باسعادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ اور انتقالِ پرطال ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ
سے، تو تیرہویں صدی کے آپ نے ۲۸ سال دو مہینے ۲۰ دن پائے اور علوم و فنون
درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تقریر میں مشہورِ دیار و امصار و اوانی و
اقاصی ہوئے اور چودھویں صدی کے ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پائے جس میں
حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین، احقاقِ حق و اذہاقِ باطل، اعانتِ سنت و امانتِ بدعت
میں جان و مال، علم و فضل صرف فرمایا اور حیرانِ طرح بنا ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور
مخالفینِ دینِ متین کا رد و طرد کیا اور اس میں کبھی نہ لومۃ لائم کی پروا کی اور نہ کسی بڑی سے
بڑی شخصیت کا خیال اٹھے آیا، نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی، نہ کسی کے طعن و قرح کے
خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی، یہ رباعی بالکل حسبِ حال فرمائی ہے

نہ مرا نوش ز تخمیں نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا ہوش بدرے نہ مرا گوش ذمے

منم و گنجِ خمولی کہ نہ گنجد دروے

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

ضاداد ذہن و حافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں مروجہ درسی کتاہوں
سے فراغت حاصل فرمائی، میرے سامنے اس وقت مشاہیر و اکابرِ علماء کی سوانح نمایاں ہیں

مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی ہوتے ہیں ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہو تو وہ شوقین اور محنتی نہیں ہوتے، پڑھنے میں جی نہیں لگاتے بلکہ جان چراتے ہیں لیکن یہاں یہ سب خوبیاں بطور خرق عادت جمع تھیں، یہ محض عطیۃ الہی و مویبت رسالت پناہی ہے، جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عموماً علمائے کرام فارغ التحصیل

ہونے کے بعد تصنیف و تالیف

امام احمد رضا قدس سرہ کا علمی مقام

کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانے میں تصنیف فرمانا شروع کر دیا تھا جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں ہے، جس دن فارغ التحصیل ہوئے اسی دن سے فتوے لکھنا شروع کر دیا تھا، پہلا فتوے جو لکھا، ایسا صحیح و درست، مکمل و مدلل کہ والد ماجد صاحب عیش عیش کر گئے اور یہ سلسلہ تیرہ سال دس مہینے کی عمر سے یوم وصال ۱۳۲۷ھ پورے چوں سال تک جاری رہا، افسوس کہ اب تدریس برسوں فتاویٰ کی نقل کا سلسلہ نہ رہا اور بعد کو بھی اکثر فتاویٰ کی نقل نہ لی جاسکی پھر بھی جو نقل ہو سکا بڑی تقطیع $\frac{۳۶ \times ۲۰}{۸}$ پر بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد نو سو اور

۱۷ تصنیفات کا تذکرہ "حیات اعلیٰ حضرت" حصہ اول مطبوعہ کراچی میں نہیں، غالباً ان جھوں میں ان کا تذکرہ ہے،

جو ہنوز اشاعت پذیر نہ ہو سکے البتہ فاضل بہار کی دوسری تالیف "المجلدات المتالیفات المجدد" (مطبوعہ

مرکزی مجلس رضا، لاہور) میں ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء تک کی امام احمد رضا بریلوی کی ساڑھے تین سو سے زائد تصانیف کا

ذکر موجود ہے اور یہ فہرست خود مصنف کے دعویٰ کے مطابق قطعی ناممکن ہے۔

ہزار صفحے کے درمیان ہے، رسائل و مستقل تصنیفات چھ سو سے بالا ہیں جو پچاس فنون پر مشتمل ہیں لہ

آج ہمارے سامنے علماء متقدمین و متأخرین کے فتاویٰ موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰ حضرت اپنی نظیر آپ ہیں، اتنا مفصل و مدلل و ضخیم فتاویٰ کسی کا دیکھنے میں کب، سننے میں بھی نہیں آیا، تصنیفات بھی اس قدر کثیر و عزیز نام جلال الدین سیوطی، مجددیہ عشرہ کے بعد کسی عالم کی دیکھی نہ سنی گئیں۔ اگلے علماء مقرر المذہب امام محمد شمس اللہ سرخسی صاحب مبسوط، علامہ بہیقی، علامہ ذہبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام بدیع الدین محمود عینی صاحب عمدۃ القاری شرح بخاری، قدست اسرار ہم، کو نہیں کہہ سکتا ورنہ دیگر علماء کی تصنیفات کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں۔

آپ نے درس تدریس بھی کسی مدرسہ میں مدرس ہو کر
امام احمد رضا، مرجع العلماء
 یا اپنا ہی مدرسہ قائم کر کے نہیں کی لیکن زمانہ میں
 مرجع طلباء رہے، دور دور سے طلباء آ کر مستفیج ہوتے رہے، سہارنپور اور دیوبند
 کا مدرسہ اپنی طولانی عمر و قدامت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے چند طلباء

۱۔ جدید تحقیق کے مطابق جو دہویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے جو پچاس سے زائد علوم و فنون پر مشتمل ہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: (۱) تذکرہ علمائے ہند (۲) قاموس الکتب اردو (مطبوعہ کراچی) (۳) سوانح اعلیٰ حضرت از بدر الدین احمد (۴) المجلدات المعرفۃ لکتابات الجید از نضر الدین بہاری (۵) فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں از پروفیسر محمد سعید احمد (۶) اردو انسائیکلو پیڈیا، جلد ۱۰، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی (۷) ماہنامہ المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر۔

(جلال الدین قادری عفی عنہ)

دیوبند اور گنگوہ چھوڑ کر درس حدیث و فقہ کے لئے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت
بارکت میں حاضر ہوئے تو یہاں کے طلباء کو سخت تعجب ہوا اور ان لوگوں نے انہوں
طلباء سے پوچھا کہ :-

” طلباء کو ثمتہ خیراً کا مرض ہوتا ہے، ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے
پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دئے، وہاں سے تیسری جگہ، لیکن یہ عموماً ایسی
جگہ ہوتی ہے کہ دوسری جگہ وہاں کی تعریف ہوتی ہو، آپ لوگ دیوبند اور
گنگوہ سے بریلی کس طرح پہنچے اس لئے کہ وہاں مدرسوں میں اس کی توقع
ہی نہیں کہ کسی اہل سنت عالم کی تعریف کریں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت جیسے
راؤ و بابیہ کی!“

ان لوگوں نے کہا کہ :-

” ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح و ثنا نہیں ہوتی مگر ایک بات کہنے
پر وہ بھی مجبوظ ہوتے تھے ۳۷ جب کوئی تذکرہ نکلتا تو اخیر میں ٹیپ کا بند
یہ ضرور ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے، جس سلسلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق
کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ مخالف کو اشکار کی، یہی صفت ہماری
کشش کا باعث ہوتی جو دیوبند و گنگوہ کو چھوڑ کر بریلی پہنچے،
۳۷ سے ۳۲ تک چون سال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں، کتنے ہزار

۳۷ وہاں بہتر ہوگی، اس جگہ زیادہ فائدہ ہوگا۔

۳۷ وہاں عقائد کی تردید کرنے والا۔

۳۷ امام احمد رضا بریلوی کے مخالف آج بھی آپ کے علمی وقار، تہذیب دینی، تبلیغ و اشاعت دین اور عشق

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ماننے پر مجبوظ ہیں، ملاحظہ ہو بیانات یوم رضا، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۷۱ء

طلباء آپ کے علوم کی روشنی سے فیضیاب ہوئے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان کا کوئی رُحبر
 تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو اور اگر تصنیفات کے ذریعہ
 آپ کے علوم و فیوض سے مستفینین کی تعداد معلوم کرنی کوشش کی جائے تو یہ قریب قریب ناممکن
 ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر لکھو لکھا تک پہنچا ہے، ذلک فضل اللہ
 یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

وعظ وپند کا طریقہ ابتدا زمانہ میں تو بہت زور دیا گیا تھا۔
وعظ کی ہمہ گیری شہر میں کوئی محلہ بلکہ سٹیوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو حضور
 کے پند و نصائح سے محروم رہا ہو، اگرچہ اخیر زمانہ میں جبکہ تصنیف و تالیف کی طرف
 توجہ کثیر کرنی پڑی، اس سلسلہ میں کمی ہو گئی، پھر بھی ہر سال چارہ جلسے وعظ کے مستقل
 طریقے پر سال وصال تک قائم رہے۔

دو جلسے میلاد شریف کے، اپنے مکان پر ۱۲ ربیع الاول کو روز و شب میں،
 یہ جلسہ اتنا بڑا اور اس قدر مرجع الخلاق تھا کہ اس جلسہ کی شرکت اور اعلیٰ حضرت
 کے وعظ سے بہرہ یاب فیضیاب ہونے کے لئے پورا شہر ٹوٹ پڑتا اور اس تاریخ میں کوئی
 بڑی مجلس میلاد شریف شہر میں نہیں ہوتی تھی۔ تیسرا جلسہ وعظ ماہ شعبان میں طلباء مدرسہ
 منظر اسلام کی دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسہ وعظ اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ
 آل رسول احمدی ماہ ہروی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر ۱۸ ماہ ذوالحجۃ الحرام
 کو، ان دونوں وعظوں سے نہ صرف اہل شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف و اکناف
 ہند سے روسا، علماء، مشاہیر، شائقین جلسہ دستار بندی و عرس کی شرکت کے لئے

۱۔ یعنی مدرسہ منظر اسلام کے فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی اور بقیۃ السلف حجۃ الخلف سیدنا شاہ
 آل رسول احمدی ماہ ہروی کے عرس کے موقع پر وعظ۔

آتے اور غلط سے فیضیاب ہوتے۔

حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین معاندین دینِ متین
 میں اعلیٰ حضرت نے پوری عمر، تن من دھن دولت،
 سب کچھ صرف کر دیا، جس کو عرب و عجم کے مسلمان سب جانتے ہیں، آپ نے حق و واضح کرنے
 میں جو دین و ملت کا فریضہ ادا کیا وہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مجددِ مائتہ حاضرہؑ ہونے
 کا بین ثبوت ہے، اگرچہ بعض مخفی لفظیں اصل حقیقت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اہم تر اہل
 کر بیٹھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب عمر بھر سب کا رد کرتے رہے جس سے ان کی
 مقبولیت کو بڑا صدمہ پہنچا اور نہ وہ جس قابلیت اور جامعیت کے عالم تھے، سارا زمانہ
 ان کی قدمبوسی کرتا اور پیشوا مانتا، یہ اسی خیال کے لگ بھگ ہے جو مشرکین عرب،
 حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو بُرا نہ کہیں،
 تو ہم سب لوگ آپ کو اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں اور ہر شخص اپنی دولت آمدنی سے
 ایک حصہ آپ کی نذر کر دے گا جس کی وجہ سے سب سے زیادہ آپ مالدار ہو جائیں گے،
 لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا بلکہ انکو
 ٹھکرا دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو مجددِ مائتہ حاضرہ، حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین کے لئے
 بنایا تھا، نہ اس لئے کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھائیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس قدر
 تحریر و تقریر، رسائل و اشتہارات کا فائدہ کیا ہوا؟ یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف النہار
 کے وقت آفتابِ عالمتاب کا انکار کرنا ہے،

حدیث شریف میں ہے :

”اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کرے تو روئے

زمین کی حکومت سے بہتر ہے۔“

اور یہاں تو ہزاروں کیا لاکھوں اشخاص نے ان کی تقریرات تحریرات سے فائدہ اٹھایا مگر وہ
 ویدار ہوئے، مذہب مستقیم ہوئے، سنی صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد ہوئے کہ بد مذہبیت کا
 جھوٹا کجا، آندھی بھی انہیں اپنی جگہ سے ہلانہیں سکتی، وہ ہشت دھات کی طرح اپنے عقیدوں
 پر پختہ اور ثابت قدم ہیں، نماز کی پنج وقتہ دعا اهدنا الصراط المستقیم
 صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
 ان کے حق میں بالکل مقبول ہوئی، ہر شخص جاوہ مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بد مذہبی و بد مذہبیوں
 سے علیحدہ ہے۔ دعائے قنوت میں روزانہ خداوند عزوجل کے سامنے جو کہتے ہیں
 و نخلم وننزلک من یفجرک لہ اس میں پورے اترے، والحمد
 للہ علی ذلک۔

انبیاء کرام جو خاص تبلیغ و ارشادِ خلاق ہی کے لئے مبعوث ہوئے
حقیقت تبلیغ ہیں، جن کو ارشاد ہوتا ہے بلغ ما انزل الیک لہ
 ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکامِ الہی آپ ان تک پہنچائیں، ان کو
 ان کا صدق بنا دیں، عامل کر دیں بلکہ صاف فرما دیا گیا انما علی رسولنا البلغ
 المبین (سورہ مائدہ) و ما علی الرسول الا البلاغ المبین (سورہ نور عنکبوت)

۱۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کا راستہ جن پر نیر انعام ہوا ان کا جن پر نیر غضب ہوا اور نگرابوں کا۔
 ۲۔ اے اللہ! ہم اس سے دور ہوتے ہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔
 ۳۔ جو آپ پر اترا اس کی تبلیغ کیجئے۔

۴۔ ہمارے رسولوں پر تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔
 ۵۔ رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر احکام کا پہنچا دینا ہے۔

نمل، خود انہوں نے بھی کھول کر فرما دیا: و ما علينا الا البلاغ المبين (سورہ بقرہ)۔
 آخر نہیں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی اتنی طویل مدت تبلیغ قلبت فیہم الف سنة
 الا خمسين عاماتے ساڑھے نو سو برس کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں
 سب انی دعوت قومی لیل و نهاراہ فلرینذہر دعائی الا
 فرارا " میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلا یا لیکن میری اس دعوت
 سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا " یہاں تک کہ تنگ آکر بارگاہ الہی میں التجا کرنی پڑی:

سب لا تذرع علی الارض من الکفرین دیتا راہ

"خداوند! ارضے زمین پر کسی کافر کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ۔"

چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی، آسمان سے پانی برسنا، زمین سے پانی اُبلنا، کشتی پر جو کشتی کے
 چن بے نفوس مسلمان تھے، ان کے سوا کوئی نہ بچا، اعود باللہ من غضب اللہ

وغضب رسولہ ﷺ

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جب انہیں
 اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ اذہبا الی فرعون اسے
 طغی "تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی یہ دونوں
 حکم الہی کی تعمیل میں چلے تو وحی ہوئی، مگر اسے موسیٰ! وہ ایمان نہ لائے گا، انہوں نے
 عرض کیا کہ "خداوند! پھر ہمارے جانے اور حیران ہونے کا کیا فائدہ؟" ارشاد ہوا
 "تمہیں تبلیغ کا اجر ملے اور اس پر حجت الہی قائم ہو" قیامت کے دن یہ تو نہ کہہ سکے۔

۱۔ بارے ذمہ تو صرف ایجاب دینا ہے۔

۲۔ پس وہ ان میں ساڑھے نو سو برس (تبلیغ کرتے)۔

۳۔ من اللہ وراہ اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آنا ہوا۔

ما جاءنا من بشير ولا نذير" ہمارے پاس کوئی مبلغ احکام الہی نہ تھا کہ
خوشخبری دینے والا اور منہیات بتا کر ڈر سنانے والا نہ آیا۔

خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ان الذین کفروا سواء
علیہم انذرتہم اہل لہم تنذیر ہم لا یؤمنون " بیشک جس کی قسمت میں کفر
ہے ان پر برابر ہے کہ انہیں آپ ڈر سنائیے یا نہ ڈر سنائیے وہ ایمان لانے کے نہیں"
اس جگہ بھی سوار علیہم فرمایا یعنی "ڈر سنا اور نہ سنا ان کے لئے برابر ہے" یہ تمہیں
فرمایا سوار علیہم انذرتہم اہل لہم تنذیر ہم یعنی ڈر سنا اور
نہ سنا آپ کے لئے برابر ہے، اس لئے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو تبلیغ کا
ثواب بہر حال ملے گا، وہ بد بخت مانیں یا نہ مانیں، اسی لئے اللہ عزوجل نے انبیاءِ کرام کا
ذمہ ہلکا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی

من یشاء الی صراط مستقیمہ

" بیشک آپ ایصال الی المطلوب نہیں کر سکتے جس کو دوست رکھیں

لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ تک پہنچا دے " (صدق اللہ ورسولہ)

پھر کسی عالم کے ذمہ کیونکر یہ کام ہو سکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راہ
پر لا کر کھڑا کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیاء کے نائب ہی ہیں، پھر اعلیٰ حضرت کے کارنامہ
کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سو نہیں تو اسی تو سے فیصدی کامیابی

۱۔ ہدایت کے مفہوم میں دو امور داخل ہیں :-

(۱) راستہ دکھانا،

(۲) منزلِ مطلوب تک پہنچا دینا۔ پہلے مفہوم کو ادارۃ الطریق اور دوسرے کو ایصال الی المطلوب کہتے ہیں۔

ہوئی، بڑے سے بڑے مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت و ساکت رہے بلکہ اکثر کو
نوا قرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحبی بھٹیک فرماتے ہیں مگر مصلحتِ وقت کا
تقاضا یہ ہے، حالانکہ دین و ایمان کا تقاضا بلا خوفِ لومۃ لامِ حق کوئی، حقِ طلبی، حقِ جوئی
ہے، ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

چودھویں صدی کے مجدد کی تصدیق کرنیوچہ چند مقتدِ علماء کے اسماء گرامی

اب یہی بات ہے کہ آپ کے زمانہ کے علماء و مشاہیر نے آپ کے علوم سے انتفاع
دیکھ کر آپ کو مجدد مانا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اگر ان تمام حضرات
کے صرف نام ہی لکھے جائیں جنہوں نے آپ کو مجدد مانا تو اس کے لئے ایک فترتِ کار ہو

۴۔ مگر دفترے دیگر انشا کنم

اس لئے صرف چند مشہور مشاہیر علماء اہل سنت کے نام نامی پر اکتفا کرتا ہوں :-

۱۔ حضرت قدوة الاولیاء صلین زبدة العارفين مولانا سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میا صاحب

وارث سجادہ قادریہ برکاتیہ خانقاہ کلاں، ماربرہ شریف۔

۲۔ حضرت زبدة السالکین مرجع الطالبین سیدنا شاہ ابوالقاسم عرف شاہ جی میا صاحب

سجادہ نشین خانقاہ صادقہ برکاتیہ، ماربرہ شریف۔

۳۔ حضرت عارف باللہ مقبول بارگاہ سیدنا شاہ مہدی حسن میا صاحب، سجادہ

نشین خانقاہ کلاں، ماربرہ شریف۔

۴۔ حضرت تاج العزول محب الرسول مولانا شاہ محمد عبدالقادر صاحب قادری برکاتی معینی

سجادہ نشین خانقاہ قادریہ معینیہ، بدایوں شریف۔

۵۔ حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری معینی، سجادہ نشین

خانقاہ معینیہ قادریہ، بدایوں، جنہوں نے ۱۳۱۸ھ کے جلسہ پٹنہ میں وعظ
 کہا اور اس میں حضور پر نور ﷺ کو ان الفاظ سے یاد کیا :
 ” جناب عالم اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب“
 یہ وعظ جب ہی ”دربارِ حق و ہدایت“ میں طبع ہو گیا تھا ۱۹۰۷

۶۔ واعظ خوش بیاں، شیریں زباں، شہید فی نصرۃ الدین حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم
 صاحب قادری بدایونی۔

۷۔ حضرت اسد الاسد الارشد مولانا مولوی وصی احمد صاحب میث
 سورتی، پیلی بھیتی۔

۱۹۰۷ھ / ۱۹۰۷ء میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا، قاضی عبدالوحید رئیس پٹنہ نے بھی اسی سال مصلحین ندوہ علماء
 اہل سنت کا جلسہ منعقد کیا، کثیر علماء اہل سنت کے بیان ہوئے، اسی جلسہ میں امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ
 نے ندوہ کے غیر اسلامی افعال پر شدید گرفت فرمائی، اس تاریخی جلسہ میں آپ نے خطاب فرماتے ہوئے آیات و احادیث
 اور تفسیر تاریخ سے ”دوقومی نظریہ“ پر زبردست دلائل قائم فرمائے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :-

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۲۷

(۲) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات، ۱۹۷۸ء، ص ۱۹

۱۹۰۷ء اسی جلسہ پٹنہ میں ندوہ کے غیر اسلامی اقوال و حرکات پر گرفت کرتے ہوئے چودھویں صدی کے
 مجدد اور دیگر علماء اہل سنت نے جو وعظ فرمائے وہ ”دربارِ حق و ہدایت“ میں شائع ہو چکے ہیں، امام
 احمد رضا خاں قدس سرہ کا وعظ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی میں دوبارہ
 چھپ چکا ہے، وعظ کا عنوان ہے :

” بیان ہدایت نشان مجدد مائتہ حاضرہ مؤیدیت طاہرہ امام علماء اہل سنت حضرت مولانا

حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دامہ فیض القوی “

- ۸- حامی سنت جناب مولانا مولوی حکیم خلیل الرحمن خاں صاحب، پہلی بھتی۔
- ۹- حضرت سلطان الوداعین مولانا مولوی شاہ عبدالاحد صاحب قادری، پہلی بھتی۔
- ۱۰- حضرت نیار الاسلام والحق والدین مولانا ابوالساکین محمد غنیار الدین صاحب قادری ضیائی، پہلی بھتی۔
- ۱۱- حضرت مولانا سراج الدین ابوالذکا۔ شاہ محمد سلامت اللہ صاحب اعظمی، رامپوری۔
- ۱۲- حضرت مولانا شاہ ظہورالحسین صاحب فاروقی، رامپوری۔
- ۱۳- حضرت کثیربیشہ اہل سنت ابوالوقت مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب لکھنوی، رامپوری۔
- ۱۴- حضرت عبدالاسلام جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری جبل پوری۔
- ۱۵- حضرت حامی دین و ملت مولانا شاہ محمد بشیر صاحب قادری جبل پوری۔
- ۱۶- حضرت مولانا برہان الحق شاہ محمد عبدالباقی صاحب، جبل پوری۔
- ۱۷- حضرت حامی سنت حاجی بدعت جناب حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب قادری مدرسہ اسی۔
- ۱۸- حضرت استاذ من حاجی فتن مولانا شاہ احمد حسن صاحب کانپوری۔
- ۱۹- حضرت استاذی مولانا مولوی شاہ عبید اللہ صاحب الہ آبادی کانپوری۔
- ۲۰- حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب الرحمن صاحب کانپوری۔
- ۲۱- جناب حامی سنت حاجی بدعت مولانا شاہ مشتاق احمد صاحب کانپوری۔
- ۲۲- جناب مولانا مولوی پیر قاضی عبدالغفار صاحب بنگلوری۔
- ۲۳- عمدۃ الوداعین شبیر غوث پاک حضرت سید شاہ علی حسین صاحب کچھوچھو شریف۔
- ۲۴- جامع علوم عقلی، نقلی و اعظی شیریں بیاں مولانا سید احمد شرف صاحب کچھوچھو شریف۔
- ۲۵- عمدۃ المتکلمین حامی دین متین مولانا محمد فاضل صاحب بخود الہ آبادی۔

۲۶۔ حضرت مولانا مولوی شاہ عمر الدین صاحب قادری ہزاروی۔

۲۷۔ جناب نصاب مولانا مولوی قاضی عبدالوحید صاحب، رئیس عظیم آباد،

جنوں نے مجلس علماء اہل سنت، پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ میں پُر زور قصیدہ پڑھا اور اس میں علماء کرام حاضرین جلسہ کی تعریف و توصیف کی لہ اس میں اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا ہے

و عالم اہل سنت مصطفیٰ

مجدد عصرہ الفرد القہرید

جس کو سیکڑوں علماء کرام نے سنا اور بخوشی قبول کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماع اہل سنت و جماعت کا ہوا، اس وجہ سے اعلیٰ حضرت کے نام باہر سے جتنے خطوط آیا کرتے، جن کی تعداد مجموعی سیکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے، ان سب میں اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، بیچارہ مضتیں ضرور ہوا کرتیں۔

حرمین طہیں اور دیگر علماء بلاد اسلام کی طرف سے آپ کے مجدد ہونے پر اتفاق

اور یہ کچھ علماء ہندوستان ہی پر موقوف نہیں، علماء حرمین شریفین و دیگر ممالک اسلامیہ

۱۔ قاضی محمد عبدالوحید رئیس پٹنہ کا قصیدہ جس میں موجود کثیر علماء اہل سنت کا نام لیکر ان کی تعریف و توصیف کی گئی، رسالہ

آل ابراہیم و آلہ اشارہ میں چھپ چکا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۱۳-۹۶

۲۔ اور یہ اہل سنت کے برگزیدہ عالم ہیں اپنے زمانہ کے مجدد ہیں (طریقت میں) فرد ہیں اور (شریعت میں) کیتا و سبیل ہیں۔

۳۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مسلک کی اشاعت نہ صرف حرمین بلکہ تمام ارض مقدس میں ہو رہی ہے جس کا اقرار بعض مخالفین

کو بھی ہے چنانچہ حسین احمد مدنی (مد مدرس دارالعلوم دیوبند) بے الفاظ میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب میں خصوصاً اور اہل ہند میں عموماً

اس لفظ کی اشاعت ہوتی ہے (مشاہدات، ص ۱۲۲)

نے حضور پر نور کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے، تقریبات حسام الحرمین والدولۃ المکیہ و اخبار
البیان و مشق وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت غیظ المنافقین و فوز المؤمنین حامی السنۃ و اہلہا، ماحی البدعۃ و جہلمہا،
زینۃ الزمان و حسنۃ الاوان، منشد خطب الکریم، محافظ کتب الحرم، العلامة الجلیل و الفہامۃ
النسیل حضرت مولانا السید اسمعیل خلیل اداہم اللہ بالعز و التجلیل اپنی تقریظ حسام الحرمین
میں تحریر فرماتے ہیں :-

”----- واحمد الله تعالى على ان
قيض هذا العالم العامل والفاضل الكامل
صاحب المناقب والمفاخر مظهر” كم ترك
الاول للأخر“ فريد الدهر، وحيد العصر
مولانا الشيخ احمد رضا خان سلمه الله
الرب السنان لا بطل حججهم الداخضة بالآيت
والاحاديث القاطعة كيف لا وقد شهد له
عالموا مكة بذلك ولم يكن بالمحل
الارفع لسا وقع منه ذلك بل اقول لوقيل
في حقه :

انرجل هذا القرن

لکان حقاً و صدقاً

ولیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

فجزا ۛ ۛ خیر جزا عن الدین و اهلہ
و منحة الفضل و الرضوان بمنة و کرمة

(ترجمہ) ----- اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ
اس نے اس عالمِ باعمل کو مقدر فرمایا جو فاضلِ کامل ہے۔ منقبتوں
اور فخریوں والا، اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ
چھوڑ گئے۔ "یکتا نے زمانہ اپنے وقت کا یگانہ، مولانا حضرت
احمد رضا خاں، اللہ بے احسان والا پروردگار اُسے سلامت
رکھے، ان (فتاویٰ میں مذکورین، دین میں فساد برپا کرنے والوں)
کی بے ثبات حجتوں کو آیات اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے
لئے، اور وہ کیوں ایسا ہو کہ علماءِ مکہ اُس کے لئے فضائل
کی گواہیاں دے رہے ہیں، اور اگر وہ سب سے بندہ مقام پر
نہ ہوتا تو علماءِ مکہ اُس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے، بلکہ میں کہتا ہوں
کہ اگر اُس کے حق میں یہ کہا جائے کہ :

وہ اس صدی کا محبِ دہ ہے

توالبتہ حق و صحیح ہو سہ

۱۔ حسام الحرمین علی منکر الکفر والین، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۵۱، ۵۲ - دہدہ سکندری

۲۔ لاہور، جلد ۸۶، شماره ۲۵، مطبوعہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۸ء میں تقریظ کی عربی عبارت کو یہ کہہ کر ترک کیا ہے

"مسودہ میں اصل عبارت عربی ہے مگر ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں (مدیر)"

خدا سے کچھ اس کا اچنبازہ حبان
 کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

تو اللہ تعالیٰ اُسے دین اور اہل دین کی طرف سے سب میں بہتر
 جزا عطا کرے اور اُسے اپنے احسان اپنے کرم سے اپنا فضل اور
 اپنی رضا بخشے ----- ”

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا
 محمد و آلہ
 اجمعین

نذرانہ عقیدت

بجنور اعلیٰ حضرت مولانا امام شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ
نتیجہ فکر: جناب غیاث قریشی، نیو کاسل (انگلینڈ)

عشق رسول و نعت کے قبلہ نما ہیں آپ
گو یا نشانِ منزل اہل و نسا ہیں آپ
رضی کیا خدا کو رضا سے حبیب سے
کتنے عظیم نعت گو احمد رضا ہیں آپ
خوشبو گلوں میں جس طرح شبنم میں تازگی
دل میں حضور اس طرح جلوہ نما ہیں آپ
بخیر زمیں میں جس نے کھلائے خوشی کے گل
اس گلشنِ محباز کی بادِ صبا ہیں آپ
تہنادرِ حبیب پہ پہنچوں گا کس طرح؟
کہتا ہے دل نہ ڈر کہ میرے رہنا ہیں آپ
کشتی بجنور میں آج گھری ہے تو کیا ہوا
ہو گی ضرور پارہ مرے ناخدا ہیں آپ
غیاث بھی ہے مدعی عشق رسول کا
کہہ دوں گا روزِ حشر کہ میرے گواہ ہیں آپ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سنت و جماعت کا مستند معجم
عظیم
سودا

کنز الایمان

بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا بے نظیر ترجمہ بے عدیل تفسیر

ترجمہ: امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت
شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ خریدتے وقت کنز الایمان کا نام ضرور یاد رکھیں

کنز الایمان کے فضائل اور دیگر تراجم کی اغلاط سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے محاسن کنز الایمان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے
یہ کتاب ۴۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مرکزی مجلس رضا کے دفتر سے طلب فرمائیں

مرکزی مجلس سے رضا (رجسٹرڈ)

نوری مسجد بالمقابل ریلوے اسٹیشن - لاہور